# Tibr-e-islam



www.KitaboSunnat.com
لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلاً
الحمد للہ
کہ
رسالہ
تبرِ اسلام
جس میں مہاشہ دہرمپال (نو آریہ) کے رسالہ "تخلِ اسلام"
کا معقول اور مفصل جواب ہے۔
مصنفہ
مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) امرتسریؒ
الکتاب انٹرنیشنل
جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## معزز قارئین توجہ فرمائیں!

**کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ..........

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

## ☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یامادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

**﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾**

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | تبرا اسلام بجواب نخل اسلام |
| مصنف | : | مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ |
| تقدیم | : | رفیق احمد سلفی |
| تعداد | : | گیارہ سو |
| ناشر | : | الکتاب انٹرنیشنل، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵ |
| قیمت | : | 45/- روپے |

## ملنے کے پتے

- مکتبہ ترجمان، ۴۱۱۶ اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
- دارالکتب السلفیہ، ۴۲۵/۸، اردو مارکیٹ، مٹیا محل، دہلی۔۱۱۰۰۰۶
- دارالمعارف، محمد علی روڈ، بھنڈی بازار، ممبئی
- مکتبہ معاذ، پتھر گٹی، حیدرآباد
- مکتبہ مسلم بربرشاہ، سری نگر، کشمیر
- مکتبہ نعیمیہ، صدر بازار، مئو، یو. پی
- حکیم صدیق میموریل ٹرسٹ، جودھپور، راجستھان


بسم الله الرحمن الرحيم

# تقدیم

الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام على خير خلقه محمد و آله وصحبه أجمعين ۔ أما بعد !

ماضی قریب میں برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کے تعلق سے شیخ الاسلام علامہ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط اپنے مسلسل قلمی ولسانی جہاد کے ذریعہ ملت اسلامیہ کی جو وسیع اور ہمہ جہتی خدمات انجام دی ہیں معاصر علماء میں شاید ہی کسی کے حصے میں آئی ہوں آپ گنجینۂ علوم ومعارف تھے آپ کی ذات بہت سی خوبیوں اور کمالات کا خزینہ تھی اسلامی علوم تفسیر وحدیث اور فقہ پر آپ کو پورا عبور حاصل تھا قادیانیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے مختلف فرقوں کی مذہبی کتابوں پر آپ کی بڑی وسیع اور گہری نظر تھی اپنے عہد کے کامیاب ترین داعی ومجاہد اور مناظر ومتکلم تھے بقول سید سلیمان ندوی:

''اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا اس کے حملے کو روکنے کے لئے آپ کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا۔''

بیسویں صدی کا ابتدائی عہد ہندوستانی مسلمانوں کے لئے بڑا صبر آزما عہد تھا مسلمان انگریزی حکومت کے جبر واستبداد کے شکار تھے بریلویت کا فتنہ زوروں پر تھا پورے ملک میں عیسائی مشنریاں سرگرم تھیں ہندوؤں میں ایک نیا فرقہ آریہ سماج کے نام سے وجود

میں آ چکا تھا جس کے بانی پنڈت دیانند شرما اور ان کے ہم نواؤں کا قلم اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف ایسا زہر اگل رہا تھا جس سے مسلمانوں میں ارتداد کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا "ستیارتھ پرکاش" اور "رنگیلا رسول" جیسی دلآزار کتابیں اسی دور کی یادگار ہیں ان صبر آزما حالات میں داخلی اور خارجی تمام محاذوں پر علامہ امرتسری رحمہ اللہ نے اپنے مسلسل مناظروں تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ جو چومکھی لڑائی لڑی اور اسلام اور مسلمانوں کا جس کامیابی کے ساتھ دفاع کیا وہ تاریخ کا ایک روشن باب بن چکا ہے۔

"ستیارتھ پرکاش" کے جواب میں "حق پرکاش" اور "رنگیلا رسول" کے جواب میں "مقدس رسول" لکھ کر نہ صرف مسلمانوں کا سر فخر سے اونچا کیا بلکہ خود حریفوں سے بھی اپنے زور بیان اور قوت استدلال کا لوہا منوایا اس موقع پر ان دونوں کتابوں کے علاوہ آریہ سماج سے متعلق اور بھی کئی کتابیں آپ کے گہر بار قلم سے منظر عام پر آئیں۔

زیر نظر تالیف بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو مہاشہ دھرمپال کی کتاب "نخل اسلام" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ یہ شخص گوجرانوالہ کا ایک مسلمان تھا جس کا نام عبدالغفور تھا ۱۹۰۳ء میں پنڈت دیانند شرما کی تحریروں اور آریہ سماج کی شدھی تحریک سے متاثر ہو کر اسلام سے پھر گیا اور آریہ سماج میں داخل ہو گیا اور عبدالغفور سے دھرمپال بن گیا جس پر سماجیوں نے بڑی خوشیاں منائیں اور جگہ جگہ جلوس اور جشن کا سوانگ رچا اس موقع پر آریہ سماج مندر گوجرانوالہ میں دھرم پال کے ایک لیکچر کا بھی اہتمام کیا گیا جس میں اس نے اپنے تبدیلی مذہب کے وجوہات بیان کرتے ہوئے قرآن مجید پر ایک سو پندرہ اعتراضات کئے جسے مرتب کر کے آریہ سماج نے "ترک اسلام" کے نام سے شائع کر دیا۔ جب یہ دلآزار کتاب چھپ کر منظر عام پر آئی تو مسلمان بے چین ہو اٹھے اور ہر طرف سے اس کے جواب کا مطالبہ ہونے لگا تو سب سے پہلے :



بلائیں زلف جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے

کہتے ہوئے علامہ امرتسری کا قلم ہی حرکت میں آیا اور "ترک اسلام" کے نام سے اس دل آزار کتاب کا خود انہیں کی مذہبی کتابوں کے حوالوں سے ایسا دندان شکن اور قاطع جواب دیا کہ اس کے تمام اعتراضات کے تار و پود نہ صرف بکھیر کر رکھ دئے بلکہ ایک سو پندرہ اعتراضات کے جواب میں اس پر ایک سو سولہ اعتراضات جڑ دئے۔

علامہ امرتسری کی اس کتاب کے متعلق خود دھرمپال نے اپنے تاثرات یوں نقل کئے ہیں:

"کہ جب میں "ترک اسلام" کی ترک تازی دیکھتا تو مجھ میں جنگی اسپرٹ جوش نہ مارتی بلکہ اس کا مصنف میرے سامنے ایک دل ربا کی شکل میں آ جاتا جس کا ہر ایک حملہ، ہر ایک چوٹ اور ہر ایک ادا سپاہی کے حملے سے زیادہ کاٹ کرتی اور اس کاٹ سے درد کی بجائے لذت اور نفرت کی بجائے محبت میں اضافہ ہوتا۔"

دھرمپال نے اس بات کا اعتراف کیا کہ جن باتوں کو اس نے اسلام سمجھ کر اعتراضات کئے تھے وہ درحقیقت اسلام نہیں ملا ازم تھا اپنے ان تاثرات کے باوجود اس نے علامہ امرتسری کی اس کتاب کا جواب لکھنے کا تہیہ کیا اور چار ہزار صفحات کا مسودہ تہذیب الاسلام کے نام سے اس نے تیار کر دیا جو چار جلدوں میں شائع ہوا جس میں علامہ امرتسری کے ایک سو سولہ اعتراضات میں سے صرف اکیاسی کا جواب بڑی مشکل سے اس سے بن پڑا۔

علامہ امرتسری نے "تہذیب الاسلام" کا جواب تغلیب الاسلام سے دیا یہ کتاب بھی چار جلدوں پر مشتمل ہے اور پہلی بار مطبع اہل حدیث امرتسر سے ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی۔ تہذیب الاسلام میں بے سروپا تفاسیر اور موضوع اور بے بنیاد احادیث کا سہارا لے کر اس

نے اعتراضات کے جوطومار باندھے تھے مولانا نے یہ لکھ کر اس کے اس غبارے کی ہوا نکال دی کہ تم بے سروپا تفاسیر کا جواب تفسیر لکھنے والوں سے لو قرآن مجید اس کا ذمہ دار نہیں رہا موضوع احادیث کا معاملہ تو وہ مسلمانوں کے نزدیک بھی کسی صورت لائق اعتبار اور قابل اعتناء نہیں۔

تغلیب الاسلام کے جواب کی تو وہ ہمت کر نہ سکا البتہ اس نے ایک تیسری کتاب ''نخل اسلام'' کے نام سے لکھی جس میں اس نے اسلام ''شاہان اسلام'' اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر بڑے اوچھے اور رکیک حملے کئے جس کا جواب مولانا نے زیر نظر کتاب ''تبر اسلام'' سے دیا جسے دوبارہ شائع کرنے کا شرف برادرم شوکت سلیم ڈائریکٹر الکتاب انٹرنیشنل، دہلی کو ہو رہا ہے۔

یہ کتاب تقریباً ایک صدی پہلے کی تصنیف ہے اس کے باوجود عبارت کی سادگی و سلاست اور برجستگی میں آپ کوئی فرق نہیں دیکھیں گے علامہ امرتسری نے جگہ جگہ اردو اور فارسی کے ایسے برجستہ اور برمحل اشعار استعمال کئے ہیں جس سے قاری علامہ امرتسری کی قوت حافظہ کی داد دیئے بغیر نہیں رہتا۔ اسلوب میں وہی دلربائی اور دل آویزی ہے جو آپ کی شخصیت کا جزو تھی جس کا اعتراف آپ کے حریفوں کو بھی تھا۔

مناسب ہے کہ یہاں اس بات کی بھی وضاحت کردی جائے کہ علامہ امرتسری کی ان تحریروں نے اور ان کے حسن اخلاق نے دھرمپال کو اس درجہ متاثر کیا کہ اس نے ''ترک اسلام'' سے لے کر ''نخل اسلام'' تک جتنی بھی کتابیں اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں لکھی تھیں سب کو نذر آتش کردیا اور ماھنامہ ''المسلم'' جولائی ۱۹۱۴ء کے شمارے میں اپنا تاریخی اقبال نامہ شائع کرکے پھر سے اسلام کے سایۂ عاطفت میں آگیا اور دھرمپال سے غازی محمود نام اختیار کرلیا وہ اقبال نامہ یہ ہے:



''۱۴؍جون ۱۹۰۳ء کو میرے بارے میں جس قسم کی نمائش اور جس قسم کے جلسے یا رسم ورسوم ادا کرنے کا سوانگ رچایا گیا تھا میں دیکھتا ہوں کہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے مجھے ہرگز ہرگز اس قسم کی نمائش جلسے یا رسم ورسوم ادا کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ ۱۴؍جون ۱۹۰۳ء سے پورے گیارہ سال بعد یعنی ۱۳؍جون ۱۹۱۴ء کو بغیر کسی شخص کی موجودگی کے تن تنہا اپنے خداوند قدوس کے حضور صدق دلی سے دوزانو ہو کر میں نے جو اقبال کیا تھا اس اقبال کا میں یہاں پر اعلان کردینا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ اقبال یہ ہے

أشهدأن لااله الا الله وأشهدأن محمداً عبده ورسوله وأشهد أني هداني ربي الى صراط مستقيم ديناً قيماً ملة ابراهيم حنيفا وماكان من المشركين ان صلواتي و نسكي و محياي ومماتي لله رب العالمين لاشريك له و بذالك امرت وأنا من المسلمين

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب سے عامۃ الناس کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے اور اسے مؤلف ناشر اور مصحح سب کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین! یا رب العالمین۔

والسلام

رفیق احمد سلفی
الف ۳۰، شاہین باغ، جامعہ نگر، نئی دہلی
۱۸؍اپریل ۲۰۰۴ء

# پہلے مجھے دیکھئے

زمانہ میں جہاں اور سیکڑوں تغیرات ہوتے ہیں مذہبی انقلابات بھی روزمرہ ہورہے ہیں۔ مگر دانا جانتے ہیں کہ ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کو قبول کرنا دو باتوں پر مبنی ہے وہ ایک تو متروکہ مذہب میں خرابی کا ہونا۔ دوئم مقبولہ مذہب میں اسکے مقابل ہمہ وجوہ خوبیوں کا ہونا۔ پہلی وجہ سے مذہب متروکہ کو چھوڑ سکتا ہے مگر دوسرے مذہب کو قبول کرنے کے لئے بھی معقول وجوہات ہونے چاہئے۔

مثلاً ایک شخص اسلام کو چھوڑ کر آریہ ہوا اور ایک شخص اسلام کو چھوڑ کر بالکل لا مذہب ہوگیا اب غور سے دیکھا جائے تو ان دونوں کی ذمہ داریوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اسلام کو چھوڑنے کی وجوہات بیان کرنے میں تو دونوں برابر کے ذمہ دار ہیں۔ مگر آریہ مذہب کے اختیار کرنے کی وجوہات بتلانا خاص آریہ کا کام ہے۔ اگر یہ آریہ بھی مثل لا مذہب کے صرف عیوب اسلام ہی بیان کرنے پر قناعت کرے گا تو سمجھا جائیگا کہ آریہ مذہب کو اس نے بلا وجہ قبول کیا یا اس کی خوبیاں بیان کرنے سے عاجز اور قاصر ہے۔ اسی اصول کے مطابق ہم نے رسالہ ''ترک اسلام'' میں مہاشہ دھرمپال (عبدالغفور مرتد) سے تقاضا کیا تھا کہ اسلام چھوڑنے کی وجوہات میں تم نے رسالہ ''ترک اسلام'' شائع کیا جس کے جوابات بھی تم نے سن لئے اب تمہارا فرض ہے کہ تم ایک رسالہ ''اخذ وید'' بھی لکھو جس سے معلوم کیا جا سکے کہ تم نے آریہ مذہب کو کن خوبیوں کے لحاظ سے قبول کیا۔ مگر افسوس اس نے آج تک اپنا یہ فرض ادا نہ کیا جس سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ وہ اپنے



فرض منصبی سے فارغ البال نہیں ہوا۔

اس کے بعد اس کا دوسرا فرض (جس کو اس نے شروع بھی کیا تھا) یہ تھا ترک اسلام کا جواب الجواب تمام لکھتا مگر افسوس کہ وہ اس فرض میں بھی قاصر رہا۔ تہذیب الاسلام کی چار جلدوں میں اس نے ترک اسلام کے ایک سو سولہ اعتراضوں میں سے صرف اکیاسی کے جواب الجواب لکھے باقی کو چھوڑ گیا۔ کیونکہ ان اکیاسیوں کے جوابات ہم نے تغلیب الاسلام میں پھر دیدئے تھے۔ ہاں اسلام کی نسبت سراسر بدگوئی کا ایک رسالہ اور شائع کیا جسکا نام ہے ''نخل اسلام'' اس رسالہ میں اس بدزبان بدلگام نے ایسی دل آزاری سے کام لیا ہے کہ ہم اسکی مثال سانپوں اور بچھوؤں میں بھی نہیں دکھا سکتے جن کی نسبت کہا گیا ہے کہ۔

نیش عقرب نہ از پئے کیں ست ۔۔۔ مقتضائے طبیعتش ایں ست

پھر طرفہ تر یہ ہے کہ مرتد مذکور جب مسلمانوں کی طرف سے کوئی لفظ ترکی بترکی سنتا ہے تو مسلمانوں کی تہذیب کی شکایت کرتا ہے۔ حالانکہ انصافاً و قانوناً جتنا سلوک مسلمانوں کو اس سے کرنے کا حق حاصل ہے اس کا کروڑواں حصہ کیا کچھ بھی نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی قوم کے ہادی اور سب کے پیشوا کی نسبت برا لفظ کہے یا بے ادبی کرے تو گویا (گویا نہیں یقینی) اس نے تمام قوم کا دل دکھایا پس اس کے جواب میں حق تو یہ ہے کہ تمام قوم ایک ایک کر کے اس بدگو کو اس قدر ستالیں جتنا کہ اس نے سب کو ستایا ہے تب کہیں جا کر عوض معاوضہ گلہ ندارد کا مصداق ہو۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے کروڑہا مسلمانوں کی دل آزاری کے بدلے میں کسی ایک دو مصنفوں نے مرتد مذکور کو کوئی کلمہ سخت وہ بھی بجا کہا ہوگا تو پھر اسکا کیا حق ہے کہ وہ شکایت کرے۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

اگرچہ آریہ سماج نے روز پیدائش ہی سے اپنی نیو ٹیڑھی رکھی جو بحکم۔

خشت اول چوں نہد معمار کج　　تا ثریا می رود دیوار کج

کجی ہی میں ترقی کرتی گئی بہت سے بدزبان ان میں پیدا ہوئے۔ مگر انصاف یہ ہے کہ دھرمپال مرتد کے برابر کوئی نہیں پہونچ سکتا سچ ہے۔

نہ پہونچا ہے نہ پہونچے گا تمہاری ظلم کیشی کو
ہزاروں ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

ہم اپنے دعویٰ کا ثبوت (کہ آریہ سماج نے بدزبانی کی بنا لگائی اور دھرم پال مرتد نے اس کو کہاں تک ترقی دی) تغلیب الاسلام جلد اول اور دوئم کے دیباچہ میں فہرست بتلا کر دکھا چکے ہیں۔ شائقین ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

اس موقع پر ہم کو ہندوؤں کے ایک پرانے باخبر ایڈیٹر کی تصدیق کرنی پڑتی ہے جو لکھتا ہے کہ جتنے بدمعاش ہیں وہ آریہ سماج کی پناہ میں آنے کو تیار ہیں۔ آریہ سماج میں نام لکھا کر دوسروں کو برا کہنے کو تیار ہیں۔ (سناتن دھرم گزٹ لاہور بابت جولائی ۱۹۰۸ء)

اصل بات یہ ہے کہ مسلمان اور مسلمانوں کا مذہب ہمیشہ سے ایسی بدزبانی سننے کے عادی ہیں۔ جب کہ مسلمانوں کی مقدس کتاب میں پہلے ہی سے بتلایا گیا کہ

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْآ اَذَىً كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذَالِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (آل عمران:۱۸۶)

مسلمانو! تم مخالفین اسلام سے بہت کچھ بدزبانیاں سنو گے اس پر اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کرو گے تو یہ کام بڑی بہادری کا ہے۔

اس لئے ہم مرتد[1] دھرم پال اور دیگر مخالفوں کو اطلاع دیتے ہیں کہ۔

[1] مرتد کے معنی ہیں اسلام سے پھرا ہوا قرآن مجید میں یہ لفظ آتا ہے مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ (جو کوئی مرتد ہوگا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا) دھرم پال مرتد کو بھی یہ تعریف مسلم ہے لکھتا ہے مرتد وہ ہے کہ اسلام چھوڑ دے (نخل ۱۱۹) پس یہ ایک اسلامی اصطلاحی لفظ ہے کوئی بدتہذیب لفظ نہیں ہے ہاں اگر کوئی ہندو آریہ وغیرہ کسی نومسلم کے حق میں لکھے تو اس کا یہ لکھنا غلط ہے کیونکہ وہ شخص اسلام سے علیحدہ نہیں ہوا بلکہ اسلام میں آ رہا ہے۔



اب ہمیں ظالم ستا لے پھر ستانا ہو نہ ہو

"نخل اسلام" میں مرتد مذکور نے اسلام اور اہل اسلام پر دو طرح سے حملے کئے ہیں گویا کتاب کے دو حصے ہیں جنمیں کل گیارہ فصلیں ہیں۔ پہلی چار فصلوں میں ہندوستان کے شاہان اسلام کی برائیاں لکھی گئی ہیں۔ چھ سات فصلوں میں اسلام کی عیب جوئی کی ہے اسلام کی برائیوں کی فصلوں کے عنوان یہ ہیں (نقل کفر۔ کفر نباشد)

محمد[1] اور محمد کی تعلیم، محمد[2] کی بیقراری اور مستورات ہند کی آہ وزاری محمد[3] کی جلد بازی اور شاہان اسلام کی خرابی، محمد[4] کا دل اور محمدیوں کا دماغ، محمد[5] کی سپرٹ اور کافروں کی گردنیں محمد[6] کی ناشکری اور یہود و نصاری سے بیزاری محمد[7] کا اعلان اور تمام غیر مسلموں کی بیخ کنی محمد[8] کے سپاہی اور محمد کا بہشت۔

ناظرین ان عنوانوں ہی سے سمجھ سکتی ہیں کہ مرتد مذکور کیسا بدزبان اور دل آزار ہے۔ ایک ایسے بڑے بزرگ کو جس کے جان نثار اس وقت تمام دنیا میں آباد ہیں جو ایک زندہ قوم کا روحانی پیشوا ہے جو ایک بڑے حصہ دنیا کا روحانی بادشاہ ہے جس کے ادب کرنے کو دنیا کا ایک بہت بڑا گروہ نجات جانتا ہے اور جسکی بے ادبی کو حرمان سمجھتا ہے اسی بزرگ کا نام ایسا خالی خولی مفرد کے صیغے سے لکھتا ہے جیسے کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کا نام لیا جاتا ہے۔ مانا کہ مرتد مذکور اپنی شومئی قسمت سے اس چشمۂ رحمت سے بے نصیب ہے مگر اسکو اتنا تو شعور ہے کہ حضرت ممدوح (فداہ ابی وامی) صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی اس وقت دنیا میں اتنے ہیں کہ ان کے مقابلہ میں آریہ سماج کے اشخاص کا شمار تو کیا ان کے سروں کے بالوں کا شمار بھی اس حد تک نہیں پہونچ سکتا۔ خدا کے فضل سے اس وقت بھی تاجدار، وزراء، زمیندار، مالگذار، عالم، فاضل، شریف، رئیس، فلسفی، منطقی، مہندس، حکیم، طبیب، ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں محمدی دروازہ کی خاکروبی کو عزت جانتے ہیں۔ پھر ایسے سادہ عنوانوں سے مضمون ادا کرنا شرارت نہیں تو اور کیا ہے؟

او پال! ؎

آپ ہی اپنے ذرا جور وستم کو دیکھو      ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

سماجیو! ہماری تصانیف کو بھی دیکھو کہ تمہارے گروکو (جس کو تم لوگ کوئی الہامی یا حقیقی بانی مذہب نہیں کہتے ہو بلکہ سماج کا ایک ممبر کہا کرتے ہو) ہم ہمیشہ سوامی دیانند لکھتے ہیں اور آئندہ بھی اسی لقب سے یاد کریں گے اور یاد رکھو کہ ہم تمہاری بدتہذیبی اور تمہارے پال کی نالائقی اور ظلم کشی سے ایسا لکھنا نہ چھوڑیں گے کیونکہ ہم کو ہماری مقدس کتاب نے حکم دیا ہے لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَى اَلَّا تَعْدِلُوا اِعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ یعنی کسی کے رنج میں انصاف نہ چھوڑ دینا بلکہ ہر حال میں انصاف ہی کرتے رہنا

کفر ست در طریقت ما کینہ داشتن      آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

چونکہ مسلمانوں کی برادری اسلام سے پیدا ہوتی ہے نیز ہم اس وقت ذمہ دار صرف اسلام کے ہیں (گو ہماری تحقیق میں شاہان اسلام بھی ان الزامات کے مجرم نہیں ہیں جو مرتد مذکور نے ان پر لگائے ہیں تاہم اسلام کی بریت مقدم ہے) اس لئے سب سے پہلے ہم اسلام ہی کی مدافعت کرتے ہیں تبرا اسلام کا یہ حصہ انہی مذکورہ بالا عنوانوں کے جواب میں آپ دیکھیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

خاکسار

ابوالوفاء ثناء اللہ (مولوی فاضل) امرتسر

۹ رفروری ۱۹۰۹ء



# پانچویں فصل

# محمد[۱] اور محمد کی تعلیم

اس فصل میں مرتد نے کوئی خاص اعتراض نہیں کیا۔ صرف اپنا منصب اور عہدہ بیان کیا کہ میں گویا داروغہ صفائی ہوں کہ ہر مذہب والوں کی گندگی اندر سے نکال کر باہر لاتا ہوں تا کہ ان کے اندر صاف ہو جائیں۔ اس لئے مجھے لوگ برا کہتے ہیں۔ حالانکہ میں برا کام نہیں کرتا۔ چنانچہ اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ:

بعض ان میں سے یہ کہے کے بغیر نہیں رہ سکتے میاں[۲] کوئی اچھا کام کیا کرو یہ کیا گند دھور ہے ہو۔ ایسے رحم دل نازک مزاج انسان کو ہم سوائے اس کے کیا جواب دے سکتے ہیں کہ اچھا کام تم کرتے چلے جاؤ۔ خوشبو تم جمع کرلو بدبو کا خاتمہ ہم کرتے چلے جاتے ہیں۔

لیکن افسوس ہے مرتد داروغہ صفائی بنکر بھی مثل مشہور کا مصداق رہا جو یہ ہے۔

ملا مصر مشالچی سارے اکو چ

ہوراں کرن اجاولا آپ اندھیرے وچ

اس موقعہ پر حضرت مسیح کے قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ

"ظالم کو دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے مگر وہ اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھتا" دوسرے

[۱] (فداه أبي وأمي صلى الله عليه وسلم)

[۲] میاں کیوں کہتے ہو لالہ کہو۔ کیا اب تک بھی لالہ نہ بنے۔

مذاہب کی تو آپ گندگی دھو رہے ہیں مگر اپنے گھر کی صفائی کا خیال ہی نہیں واقعی خدمت گذاری اسی کا نام ہے۔

کیا کبھی مرتد نے یہ بھی لکھا ہے کہ آریوں کے مذہب میں فلاں فلاں عیب ہے یا ویدوں کی تعلیم میں بت پرستی اور عناصر پرستی ہے۔ یا آریہ دہرم کا وہ حیا سوز مسئلہ (نیوگ[1]) اچھا نہیں یا بقول سوامی دیانند ویدک دہرم کا حکم کہ شادی بیوگان منع ہے مخالف قانون قدرت ہے یا آریوں کے فرائض یومیہ۔ ہَوَن[2] وغیرہ سب فضول ہیں یا مسئلہ تناسخ[3] محض ڈھکوسلا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہاں اگر ان گندگیوں کو بھی ظاہر کرتے تو ہم جانتے کہ آپ واقعی داروغہ صفائی ہیں۔ سردست تو ہم آپکی نسبت وہی فتوی صحیح سمجھتے ہیں جو کسی اور نے نہیں بلکہ تمہارے گرو بلکہ رشی سوامی دیانند جی مہاراج نے تمہارے جیسوں کی نسبت دے رکھا ہے کہ:

اپنے دہرم کو بڑا کہنا اور دوسرے کی مذمت کرنا جہالت کی بات ہے (ستیارتھ طبع اول صفحہ ۵۷۰)

اس فصل میں اور تو کوئی بات قابل ذکر نہیں البتہ ایک بات مرتد نے ٹھیک لکھی ہے کہ جناب سیدالانبیاء سرور عالم فخر آدم افتخار بنی آدم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ فداہ ابی وامی صلی الله علیه واله وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا کی نسبت اتنا اعتراف کیا ہے کہ:

ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی۔ اولوالعزمی اور مستقل مزاجی کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ (صفحہ ۸۵)

---

[1] نیوگ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے اولاد نہ ہوئی ہو یا ہوئی ہو مگر ہونہار نہ ہو تو وہ اولاد کی خاطر دوسرے مرد سے زنا کرا سکتی ہے۔ سوامی دیانند جی نے اپنی کتاب حق پرکاش میں ویدوں کے حوالہ سے مسئلہ نیوگ کو تائب کیا ہے۔ سوامی جی کے نزدیک کسی دھرتی میں بیج ڈالنے والا اس دھرتی کا نہ تو مالک ہو سکتا ہے اور نہ ہی پیداوار کا۔ علامہ امرتسری نے اس مسئلہ پر بھی ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام شادی بیوگاں اور نیوگ ہے۔

[2] ہندوؤں کی ایک مذہبی رسم ہے جس میں منتر پڑھتے ہوئے آگ میں گھی ڈالتے جاتے ہیں

[3] تناسخ آواگون کے عقیدہ کو کہتے ہیں۔



اگرچہ مرتد کے اتنے اقرار سے حضور ممدوح اور حضور کے خدام کو کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے لیکن ہمیں اس نقل سے دکھانا ہے کہ مرتد مذکور اسلام کی ضد میں ایسا متوالا ہو رہا ہے کہ وہ اپنے اس قول کے برخلاف بھی اس کتاب میں لکھتا ہے غور سے سنو! کہتا ہے کہ:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ایک بے چین دل تھا جو بعض اوقات بے ڈھب طور پر بے صبرا ہو جاتا تھا (صفحہ ۱۰۸)

ناظرین! غور کیجئے کہ یہ دونوں فقرے ایک دوسرے کے صریح نقیض ہیں یا نہیں کجا مستقل مزاجی اور کہاں بے صبری۔ اس موقعہ پر مجھے مرتد ہی کا قول یاد آیا کہ:

عقل مندوں کو چاہئے کہ ایک بات پر قائم رہیں۔ وہ شخص جو اپنی بات پر قائم نہیں رہتا بلکہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے وہ ہرگز عاقل نہیں ہے۔ (تہذیب جلد دوم صفحہ ۱۵۷)

اوپال!

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

اس فصل کے اخیر میں مرتد نے مختصر لفظوں میں اپنے آراء کا خلاصہ ظاہر کیا ہے۔ جو ناظرین کے لئے اظہار رائے کا موقع ہے۔ لکھتا ہے کہ:

اس جملے میں مسلمانوں کی اخلاقی حالت اور پھر جہاں جہاں وہ گئے ہر ایک قسم کے تنزل کی جڑ میں محمد اور محمد کی تعلیم کو ہی ذمہ دار گردانا جا سکتا ہے (صفحہ ۸۱)

کس قدر جھوٹ سفید جھوٹ نہیں سیاہ دروغ ہے۔ اول تو یہ بیہودہ بات ہے کہ مسلمانوں کے کاموں کا ذمہ دار اسلام اور بانئ اسلام ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو آریوں اور ہندوؤں کے اعمال کا ذمہ دار ویدوں کو گردانا جائے گا۔ دوئم یہ بھی ابلہ فریبی ہے کہ مسلمان جہان گئے تنزل ہوا۔ او ظالم! زیادہ نہیں تو سب سے پہلے عرب ہی کو دیکھ لیا ہوتا کہ کس تاریکی میں تھا اور پھر کیا ہو گیا یوں کہنے کو تو تم لوگ ہندوستان میں انگریزی حکومت کو بھی تنزل ہی کا موجب کہا کرتے ہو مگر کہنے اور ثابت

کر دینے میں بہت فرق ہے چونکہ یہ تمہارا دعویٰ ہے اور دلیل اس کی آئندہ فصلوں میں تم نے دی ہے پس بہتر ہے کہ ہم اس دلیل ہی کو دیکھیں کیونکہ واقعات کا مدار کار دلیل ہی پر ہوتا ہے دعوے تو صرف زبانی بات کا نام ہے۔ واقعات کا نہیں۔

❖❖❖



## چھٹی فصل

# محمد[1] کی بیقراری اور مستورات ہند کی آہ وزاری

اس فصل میں مرتد نے اسلامی پردہ پر سخت زہر اگلا ہے۔ اس مضمون کو کئی ایک صفحوں میں لکھا ہے ضمناً حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح پر بھی معترض ہوا ہے مگر اپنی عادت قدیمہ کے مطابق نہایت ہی استہزا و تمسخر سے جو پنڈت لیکھرام کی تصانیف کا اثر بلکہ اس سے بھی ترقی پر ہے پردے کے متعلق اسکے اپنے الفاظ یہ ہیں:

محمد کی ایک حرکت کروڑہا بندگان خدا کی آزادی کو چھیننے کا موجب ثابت ہوئی ہم اس پر کوئی لمبی بحث نہیں کرنا چاہتے۔ صرف اتنا ہی بتا دینا چاہتے ہیں کہ دنیا میں اس زہریلے پردہ کا موجد محمد ہے (صفحہ ۸۷)

جواب: گو بعض اشعار عرب سے قبل از اسلام بھی پردہ کا ثبوت ہو سکتا ہے لیکن ہم بطور فخر کہہ سکتے ہیں کہ بے شک اسلام ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ چونکہ بانی فطرت کی طرف سے ہے اسلئے انسانی فطرت کا اس میں لحاظ کر کے پردے کا حکم دیا گیا ہے۔ الحمد لله الفضل ماشهدت به الاعداء (فضیلت وہ ہے جسکا دشمن بھی اعتراف کرے) کون نہیں جانتا کہ مرد عورت میں فعل انفعال کی ایک زبردست کشش ہے کہ کسی کے مٹانے سے مٹ نہیں سکتی۔ اس کشش مقناطیسی کا پورا نقشہ اس وقت مشاہدہ ہو سکتا ہے جب کہ ہندوؤں کی استریاں (عورتیں) شادیوں کے موقع پر

[1] فداہ أبی و امی صلی اللہ علیہ وسلم

پرے باندھ کر بازاروں میں چلتی ہیں تو دوکانداروں اور رہرووں کی ٹکٹکی بندھ جاتی ہے۔ اگر ان سے کوئی کہے کہ میاں کیوں ادھر دیکھتے ہو نگاہیں نیچی رکھو تو وہ جواب دیتے ہیں:

بل بے خود بینئی زاہد کہ تیرے دیکھنے کو
منع کرتا ہے لو یہ اور تماشہ دیکھو

کوئی ادھر سے جواب دیتا ہے:

کون رکھتا ہے بھلا ایسا جگر دیکھیں تو
یار ہو سامنے دیکھے نہ ادھر دیکھیں تو

کوئی چلاتا ہے

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا
بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

غرض جتنے منھ اتنی باتیں یہ تو ہوئیں منھ کی دل کی حالت کو کون جان سکتا ہے۔ دل اور آنکھوں کا تو مناظرہ ہی قائم ہوجاتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

دل یوں کہے کہ آنکھوں نے مجھ کو کیا خراب — آنکھیں کہیں کہ دل ہی نے ہم کو لٹا دیا
بگڑا کسی کا کچھ نہیں اے ذوق عشق میں — دونوں کی اس نزاع نے ہم کو مٹا دیا

اگر کوئی صاحب ہمارا یہ بیان شاعرانہ مبالغہ سمجھیں تو ہم انکی خدمت میں دو گواہ بڑے معتبر پیش کرتے ہیں کہ آریہ سماجی عموماً اور دہرم پال مرتد خصوصاً گو کیسے ہی تیز زبان ہیں مگر ہمارے پیش کردہ گواہوں پر مجال نہیں کہ کسی قسم کی جرح کرسکیں۔ وہ کون ہیں؟ رشی منی مہاراج اور سوامی دیانند مہاراج بس اب ان کی شہادت سنئے۔

سوامی جی بحوالہ منو فرماتے ہیں کہ:

منو جی نے فرمایا ہے اندریاں (آنکھیں) اس قدر زبردست ہیں کہ ماں ساس اور لڑکی (ہائے توبہ۔تبر) وغیرہ کے ساتھ بھی ہوشیاری سے رہنا چاہئے۔ دوسروں کا تو کیا کہنا ہے (ایڈیشن



منجری صفحہ ۱۷)

ناظرین! بغور دیکھئے کہ ان دونوں گواہوں (منو اور سوامی) نے اس شہادت میں کیا بیان فرمایا ہے۔ یہی کہ مرد عورت کی کشش قدرتی مقناطیسی ہے جو کسی کے بنائے نہیں بنتی نہ مٹانے سے مٹ سکتی ہے۔ یہاں تک زبردست ہے کہ ماں۔ ساس سے بھی جو جائے ادب ہیں نہیں رکتی یعنی ایک دفعہ خیال میں تو اپنا اثر کر دیتی ہے عمل میں لحاظ مانع ہو تو ہو۔

اس موقعہ پر مجھے سوامی دیانند بانی آریہ سماج کا قول یاد آیا جو سونے سے لکھنے کے قابل ہے کہ:

ایشور کے سلسلۂ کائنات کے مطابق عورت مرد کا فطری عمل رک نہیں سکتا (ستیارتھ طبع اول صفحہ ۱۴۹) یہ بھی کہا ہے کہ عورتوں کے مارے دل قائم نہیں رہ سکتا (صفحہ ۲۲۷)

ناظرین! ان حوالوں سے کیا ثابت ہوا؟ غالباً ہر ایک نے سمجھ لیا ہوگا کہ مرد عورت کی مثال جلاب کی ان دو پڑیوں (Seidlitz powder سڈلٹز پوڈر) کی ہے جس کو نیچرل شاعری میں یوں ادا کیا گیا ہے۔

یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ہم انکو چھوڑ بیٹھے ہیں
جب آنکھیں چار ہوتی ہیں محبت آ ہی جاتی ہے

پس ان نیچرل اور قدرتی عمل کو جو چار چشم ہونے سے اثر دکھاتا ہے اسلام نے روکنے کے لئے عورتوں کو پردہ کا حکم دیا ہے جو بالکل ٹھیک ہے۔ ورنہ اسلام بھی جو ایک فطری مذہب ہے۔ اگر کھلے منہ عورتوں کو رہنے کی اجازت دیکر حکم دیتا کہ مردان کو نہ دیکھیں اور جیسا کہ منو اور سوامی نے کہا ہے آنکھوں کی حفاظت کریں تو خطرہ تھا کہ اسلام پر بھی وہی اعتراض ہوتا جو شعر مندرجہ ذیل میں کیا گیا ہے۔

درمیانِ قعر دریا تختہ بندم کردہ ای — باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

اس ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد عورت کے چار چشم ہونے سے چونکہ نتائج بد پیدا

ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے اسلام ہاں خدا کے پاک مذہب اسلام نے عورتوں کو پردے کا حکم فرمایا۔

اس موقعہ پر شاید یہ سوال ہو کہ جب دونوں کے آمنے سامنے آنے سے بدنتائج پیدا ہونے کا خطرہ ہے تو پھر عورت ہی کو کیوں پردہ کا حکم کیا گیا۔ مردوں کو کیوں نہ کیا گیا کہ پردے میں رہیں اور عورتیں آزاد رہیں۔ یا دونوں کو پردے میں رکھا جاتا۔

**جواب:** اس کا جواب یہ ہے کہ پردے کے حکم کے لئے ہم کو قدرتی نسبت کا دیکھنا بھی ضروری ہے جو مرد اور عورت میں خالق نے بنائی ہے۔

اور امور امتیاز یہ کو تو جانے دیجئے۔ مرد عورت کی صرف ایک ہی صفت کو دیکھنے سے یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مرد کو بالغ ہوتے ہی عموماً داڑھی نکلتی ہے مگر عورت کا چہرہ تمام عمر صاف رہتا ہے[1] کیوں؟ آخر اس کی کوئی وجہ بھی ہے یا یونہی اتفاقی بات ہے۔ سنئے یہ اس لئے کہ عورت معشوقہ کے درجے پر ہے اور مرد عاشق کے رتبہ پر اس لئے عورت کی صفائی بحال رکھی گئی ہے تا کہ اسکی معشوقانہ وضع میں فرق نہ آئے۔ یہی وجہ ہے کہ اخذ وبطش یعنی فعل پر آمدگی اور انجام دہی ہمیشہ مرد کی طرف سے ہوتی ہے۔ پس یہی سبب ہے کہ عورت کو پردہ کا حکم دیا گیا ہے۔

علاوہ اس کے اگر مرد کو پردہ کا حکم دیا جاتا تو دنیا کے تمام کام ادھورے رہ جاتے۔ کون نہیں جانتا کہ انتظام سلطنت جنگ وجدال سب مردوں کے ذمہ ہیں۔ میدان جنگ میں پردہ پوش بن کر جانا عجیب نقشہ دکھاتا۔ عدالت کی کرسی پر جج صاحب کی برقعہ پوشی تو نہایت ہی خوبصورت اور بھلی معلوم ہوتی جج صاحب کیا ہوتے اچھے بھلے ایک بیچاں نائی کی تصویر نظر آتے علاوہ اس کے کئی ایک طرح کی اور خرابیاں بھی پیدا ہوتیں۔

سماجی دوستو! تم لوگوں کا تو دعویٰ ہے کہ ہم نیچری ہیں تم یہ بھی کہا کرتے ہو کہ جو مذہب نیچر کے خلاف کہتا۔ وہ غلط ہے پھر یہ کیا ماجرا ہے کہ تم لوگ باوجود اس دعوے کے ایسے نیچرل رول قدرتی

[1] تعلیم یافتہ نوجوان داڑھیوں سے چہروں کی صفائی کرانے والے ذرا گہری نظر سے اس فطری تمیز کو دیکھیں۔



قانون کو نہیں سمجھتے (افسوس) سچ ہے ۔

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے     دے آدمی کو موت پہ یہ بد ادا نہ دے

اس پردۂ سسٹم کے ضمن میں مرتد نے حضرت زینب کے نکاح کے متعلق بہت کچھ ہذیان بکا ہے اور نہایت ہی دریدہ دہنی اور بے باکی سے مسلمانوں کا دل دکھایا ہے چنانچہ اس کے اپنے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں جو آریہ سماج کی عموماً اور مرتد مذکور کی خصوصاً تہذیب کا فوٹو ہیں لکھتا ہے:

''اگر چہ محمد نے نہایت ہی طعن آمیز زبان میں عورتوں کی آزادی کو تبرج یا نمائش کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ان کو آزادی ضرور حاصل تھی۔ جس پر محمد نے آخر کار کلہاڑا مارا اور اس کو بیخ وبن سے کاٹ ڈالا۔ عورتوں کی آزادی کو پہلے تو تبرج کے بھدے نام سے پکارا۔ مگر پھر قید کی زنجیریں اس قدر کس دی گئیں کہ وہ ہمیشہ کے لئے ماری گئیں۔ اس موت کی وجہ وہی محمد کی بے اختیاری ہے جسکا سورہ احزاب میں ذکر کیا گیا ہے۔ جب ہم سورہ احزاب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم محمد کو نہایت ہی بے قرار اور مخوف پاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل پر کوئی خاص فکر اپنا کام کر رہا ہے۔ جس کو وہ چھپا بھی رہا ہے مگر اندر ہی اندر پیچ وتاب بھی کھا رہا ہے۔ اور اس کی حالت بعینہ اس شعر کے مطابق پائی جاتی ہے ۔

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

ایسی بے چینی بے قراری بے صبری اور بے اختیاری کی حالت میں اس کا پرانا مددگار اس کی مدد کو پہونچتا ہے۔ اور اسکو یہ الہام کر رہا ہے کہ اے محمد! وَتُخْفِيْ مَا فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ تو اپنے دل میں ڈر رہا ہے کہ ہائے لوگ کیا کہیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس راز سربستہ کو آشکار کرنا چاہتا ہے۔ محمد کے دل میں ایسا کون سا خوف تھا۔ اور ایسی کون سی کاوش تھی جو اس کو بیتاب کر رہی تھی۔ ابن عباس کے نزدیک یہ زینب کا عشق تھا جس نے محمد کے دل کو

ماہی بے آب بنا رکھا تھا۔ زینب اور محمد کے متعلق آیات قرآنی کی تفسیر کرتے ہوئے ایک بہت ہی پرانا مفسر ''معالم التنزیل'' میں یوں لکھتا ہے:

لما زوج زینب من زید مکثت عنده حیناً ثم ان رسول الله اتیٰ زیدا ذات یوم فابصرت زینب قائمة فی درع و خماروکانت بیضاء جمیلة ذات خلق من أتم نساء قریش فوقعت فی نفسه واعجبه فقال سبحان مقلب القلوب وانصرف (معالم صفحہ ۱۷۶)

جب زینب کا زید کے ساتھ نکاح ہو گیا تو وہ کچھ مدت اس کے پاس ٹھہری ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت رسول اللہ صاحب زید کے گھر میں تشریف لے گئے انہوں نے زینب کو چولی پہنے اور دوپٹہ اوڑھے دیکھا۔ زینب قریش کی تمام عورتوں میں سے زیادہ گوری خوبصورت اور جمیلہ تھی۔ حضرت اس کے حسن پر شیدا ہو گئے اور وہ ان کے دل میں گھس گئی۔ حضرت نے اس کو دیکھ کر فرمایا۔ سبحان اللہ مقلب القلوب یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ زینب نے زید کے پاس محمد کے کلمات کا ذکر کیا۔ زید ایک شریف خاندان میں پیدا ہوا تھا۔ قدرتاً نیک اور زیرک تھا۔ زینب کی بات سن کر وہ خاموش ہو رہا۔ اور محمد کا دل بھی جیسا کہ قرآنی آیت بتا رہی ہے کہ اس دن سے خوف و شک کا شکار ہو گیا۔ خوف اس بات کا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ دیکھو محمد اپنے بیٹے کی عورت کو یہ کہتا ہے۔ یا اس سے شادی کرتا ہے وغیرہ وغیرہ'' (صفحہ ۸۹)

**جواب:** سچ ہے ؎

گلست سعدی و در چشم دشمناں خارست

یہی شکایت مرتد کی ہم کو ترک اسلام کے جواب میں بھی تھی کہ عنوان تو لکھتا تھا قرآن کی تعلیم اور حوالہ دیتا تھا کہ فلاں تفسیر میں لکھا ہے گو اہل انصاف ناظرین اس قسم کے جوابات سے مرتد مذکور کی چالاکی پر آگاہ ہو کر کہہ اٹھتے ہیں کہ ؎

ہم بھی قائل تری نیرنگی کے ہیں یاد رہے     او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے



لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اس جگہ اس بحث کو ذرہ محدثانہ رنگ میں لکھیں تا کہ ہمارے ناظرین کو عموماً ایسی روایات اور مفسرین کے اقوال کے اندازہ کرنیکا ملکہ ہو سکے۔

واضح ہو کہ مفسرین کے اقوال دو قسم پر ہوتے ہیں (۱) ایک تو یہ کسی آیت کی تفسیر بہ تشریح الفاظ کرتے ہیں کہ اس لفظ کے معنی لغت میں یہ ہیں اسکا ماخذ اور مادہ یہ ہے اس آیت کے مفردات کے معنی یہ ہیں فلاں لفظ باعتبار قواعد نحو یہ فاعل ہے فلاں مفعول لہذا آیت کے معنی یہ ہیں۔ اس قسم کے اقوال کی صحت تو علم لغت اور علم نحو وغیرہ سے ہوا کرتی ہے۔ جب تک کوئی مفسر ان علوم (لغت صرف و نحو وغیرہ) میں مسلم امام نہ ہو محض اس کا قول حجت نہیں (۲) دوم مفسر کوئی ایک حکایت زمانہ ماضی کی بیان کرے خواہ آیت کے شان نزول میں یا تشریح میں اس کے متعلق محدثین کا عام قاعدہ یہ ہے کہ بے سند کوئی حکایت اور روایت معتبر اور صحیح نہیں سمجھی جاتی سند سے مراد محدثین کے محاورے میں یہ ہے کہ اول قائل اپنے بتلانے والے کا نام بتلائے وہ اپنے کا یہاں تک کہ سلسلہ روایت آخر تک پہنچ جائے۔

اردو خوان پبلک کو مثال بتلانے کے لئے ایک سند یہاں نقل کرتا ہوں کہ کس طرح کی محدثین کے ہاں سند معتبر ہے۔

حد ثنا موسی بن عبدالرحمن ا لکندی قال حد ثنازید بن حباب قال حدثنی المسعودی قال حد ثنا عمرو بن مرة عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله قال نام رسول الله صلی الله علیه وسلم علی حصیر فقام فقد اثرفی جنبه قال یا رسول الله لواخذنا لك وطأفقال مالی وللد نیا ما أنافی الدنیا الاکراکب استظل تحت شجرة ثم راح و ترکها (ترمذی)

یعنی امام ترمذی کہتے ہیں کہ میرے پاس موسیٰ بن عبدالرحمٰن کندی نے بیان کیا اس نے کہا میرے پاس زید بن حباب نے اس نے کہا میرے پاس مسعودی نے اس نے کہا میرے پاس عمرو بن مرۃ نے اس نے ابراہیم سے اس نے علقمہ سے اس نے عبداللہ صحابی سے بیان کیا عبداللہ

نے کہا کہ آں حضرت ایک دفعہ چٹائی پر لیٹے تھے اٹھے تو آپکے جسم مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ رہے تھے۔ہم نے عرض کیا حضور آپ کے لئے کوئی نرم بستر تیار کردیں آپ نے فرمایا مجھے دنیا کی آسائش وآرام سے کیا مطلب میں تو دنیا میں ایک مسافر کی طرح ہوں جو ایک درخت کے نیچے ذرادیرآرام کرکے چلا جائے گا۔

یہ ہے سند کی مثال محدثین کی تمام کتابوں میں اسی طرح سے احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔اس سلسلہ کے بعد پھر یہ دیکھا جاتا ہے کہ ان راویوں میں کہیں انقطاع تو نہیں یعنی ان میں سے کسی شخص نے اپنے استاد کو چھوڑ کر اوپر والے کو تو بیان نہیں کردیا۔مثلاً اسی مثال میں زید بن حباب اپنے استاد مسعودی کو چھوڑ کر عمر بن مرّہ کا نام لے لیتا تو سند منقطع ہوجاتی۔پس اسکا اعتبار نہ رہتا اس انقطاع اور اتصال کا پتہ علم اسماء الرجال سے ملتا ہے۔اس تحقیق کے بعد پھر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ان راویان کلام میں کوئی راوی جھوٹا۔یا کمزور حافظہ والا بھولنے والا تو نہیں۔اگر ایسا ہے تو حدیث معتبر نہیں۔اسکا پتہ بھی اسماء الرجال سے ملتا ہے۔اب سنئے محدثین کا اصول۔

اصول حدیث کی معتبر درسی کتاب شرح نخبۃ ہے۔شرح نخبۃ کے متن کی عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

ثم المردود اما ان يكون لسقط أوطعن فالسقط اما أن يكون من مبادی السند من مصنف أومن اخره بعد التابعی أوغيرذالك (صفحہ۵۷)

یعنی مردود روایت کی کئی ایک وجوہ ہیں یا تو کسی راوی کے انقطاع سے مردود ہوتی ہے یا کسی طعن (کذب ضعف حافظہ وغیرہ) کی وجہ سے۔پھر انقطاع راوی یا ابتداء سند سے مصنف کی جانب سے ہوتا ہے مثلاً امام ترمذی یا صاحب معالم التنزیل کا اپنی استاد کو چھوڑ کر اوپر والے کا نام لینا یا بیچ سے یا اخیر میں بعد تابعی کے ہوتا ہے۔غرض کہیں بھی ہو حدیث مذکور لائق حجت اور مقبول نہیں رہتی۔"

یہ ہے محدثین کا سنہرا اصول جس کی وجہ سے علم حدیث کو آج وہ فخر حاصل ہے کہ بڑے



بڑے انگریز مصنفوں نے بھی اعتراف کیا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں سلسلہ روایت جیسا ہے اس کی نظیر دوسری قوموں میں نہیں ملتی۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ صاحب معالم ہوں یا ترمذی جب تک وہ کسی روایت کی سند نہ بیان کریں گے وہ روایت قابل حجت اور معتبر نہ ہوگی بلکہ یہاں تک کہ سارا سلسلہ بیان کرکے ایک راوی بھی کہیں سے چھوٹ جائے گا تب بھی وہ روایت قابل حجت نہیں بلکہ مردود کی اقسام میں ہے۔

یہ ہے وہ تنقید جو محدثین نے اختیار کرکے آج مسلمانوں کو ہر ایک قسم کی زٹلیات اور خرافات روایات سے بچالیا ہے۔

**تعجب مع تاسف:** مرتد مذکور پر تو اتنا افسوس نہیں کہ وہ کیوں قرآن مجید کی تفسیر اور تشریح میں ایسی بے سروپا روائتیں بیان کرتا ہے وہ تو کریگا ہی گو اس کا بھی کم از کم اس لحاظ سے کہ اس کے مجیب محدثین کے اصول سے روایات کو جانچنے والے ہیں یہ فرض ہونا چاہئے کہ جو روایت بیان کرے باسند کرے تاہم جس شخص کی کج طبیعت نیوگ جیسی حیاسوز تعلیم کو تسلیم کرے اس سے کسی انصاف کی کیا توقع ہوسکتی ہے۔اس لئے یہ تو برمحل افسوس نہیں اس سے زیادہ محل افسوس وہ لوگ ہیں جو پڑھے لکھے محدث اور اہلحدیث کہلا کر ہی ایسی پستی میں ہیں کہ قرآن مجید جیسی متبرک اور جامع علوم وفنون کتاب کی تفسیر کو ان بے سند اقوال مندرجہ تفاسیر کا پابند کرتے ہیں بلکہ ایسا کرنا داخل ایمان جانتے ہیں انا لله والی الله المشتكی والله بالله ثم بالله ہم کو یہ روش ایسی جاہلانہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کی تحقیر اور تذلیل کے لئے ہمارے پاس کافی الفاظ نہیں۔محدثین کا سنہرا اصول ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔آج کل کے ان محدثوں کے سامنے اگر کوئی کہے کہ میں محدثین کے اصول کا پابند ہوں تو نہایت آزادی اور بے خوفی سے کہتے ہیں کہ بس یہی تفسیریں (معالم وغیرہ) تو محدثین کے اصول ہیں حالانکہ ان تفسیروں میں جو روایات ہیں ان کی نسبت محققین کی یہی رائے ہے جو علامہ ابن خلدون کے الفاظ ہیں۔تفاسير المتقدمين مملوٴة بالغث والثمين (مقدمہ

ابن خلدون صفحہ ۲۶۷) یعنے منقولی تفسیریں (ابن جریر معالم وغیرہ وغیرہ) رطب ویابس سے بھری پڑی ہیں۔علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں :

كتب التفسير التى ينقل فيه الصحيح والضعيف مثل تفسير الثعلبى والواحدى والبغوى وابن جرير وابن أبى حاتم لم يكن مجردرواية واحد من هولاء دليلا على صحته باتفاق أهل العلم فانه اذعرف ان تلك المنقولات فيه صحيح وضعيف ولابد من بيان أن هذا النقول من قسم الصحيح دون الضعيف

یعنے منقولی تفسیریں ابن جریر۔معالم وغیرہ چونکہ ان میں ہر قسم کی روایات غلط اور صحیح پائی جاتی ہیں اسلئے ان میں سے کسی تفسیر میں کسی روایت کے ہونے سے اس روایت کی صحت ثابت نہیں ہوسکتی جب تک کہ صحت کے قاعدے سے صحت کا علم نہ ہو محض ان مفسرین کا قول نقل کردینا کافی نہیں۔

علامہ عبدالرؤف فتاویٰ فیض القدیر شرح جامع الصغیر میں لکھتے ہیں:

قال ابن الكمال كتب التفسير مشحونة بالأحاديث الموضوعة

یعنے تفسیروں میں جھوٹی حدیثیں بھی بہت ہیں۔

نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی صاحب مرحوم سابق سکریٹری علی گڑھ کالج نے کیا ہی عمدہ بات کہی ہے کہ:

محدثین نے ہر حدیث کے متعلق سند بیان کرنے اور راویوں کے نام لکھ دینے سے قیامت تک ہر شخص کے لئے تنقیح اور تحقیق کا دروازہ کھول دیا ہے اور جھوٹ اور سچ میں تمیز کردینے کا ذریعہ مہیا کردیا ہے۔اس لئے جو حدیث یا روایت ہمارے سامنے پیش کی جائے گی تو ضروری ہے کہ ہم اول اس بات پر نظر کریں کہ وہ حدیث ازروئے اصول روایت صحیح ہے یا نہیں (آیات بینات جلد۲صفحہ۹۲)



یہ ہے محدثین کا وہ اصول جس کی پابندی ہر ایک محدث اور اہلحدیث پر لازم ہے اور جس کی پابندی کرنے سے آدمی اہلحدیث ہوسکتا ہے اور جس کے چھوڑنے سے گمراہی میں پڑ جاتا ہے لیکن جو لوگ انہی تفسیروں کو محدثین کے اصول سمجھیں انکی نسبت یہ کہنا بیجا نہیں کہ:

گر ہمیں مکتب ست وایں ملا کار طفلاں تمام خواہد شد

او یار! تیری گلے نہ دال بتلا تفسیر معالم کی روایت کی سند کہاں ہے بتلا صاحب معالم جو چھٹی صدی میں ہوا ہے آنحضرت کے زمانے میں موجود تھا؟ آؤ ہم تم کو بتلاتے ہیں کہ صاحب معالم نے کہاں سے یہ روایت لی ہے۔صاحب معالم نے ابن جریر مفسر کی تفسیر سے لی ہے گو ابن جریر کی روایت اور معالم میں فرق بھی ہے۔اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ابن زید سے یہ روایت لی پس سارا دار مدار اس روایت کا ابن زید پر ہے اور ابن زید کو علم الرجال میں پانچویں طبقے کا راوی لکھا ہے لہٰذا یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے مردود کی قسم میں ہے۔

علاوہ اسکے ابھی درایتاً بھی اس پر نظر ڈالنا ہے کہ ابن زید راوی کو کیونکر معلوم ہوا کہ آں حضرت کے دل میں زینب کی محبت نے جگہ پائی تھی جبکہ محبت فعل قلبی کا نام ہے تو کسی کے قلب کی حالت جب تک وہ خود نہ بیان کرے کیونکر معلوم ہوسکتی ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے اپنے دل کا حال ظاہر نہیں کیا۔پس نتیجہ صاف ہے کہ جس کسی نے یہ روایت بیان کی ہے محض اپنے خیال سے کی ہے ورنہ اصل حال یہ نہیں۔بلکہ اصل وہی ہے جو قرآن مجید نے بتلایا ہے۔

ساجیو! آؤ ہم تمہیں یہ بھی بتلادیں کہ بقاعدہ محدثین روایت مذکور مجروح اور نامعتبر ہونے کے علاوہ مفسرین نے بھی اس کی تردید کی ہے۔غور سے سنو!

فان قلت ماذكر وه فى تفسير هذه الا ية وسبب نزولها من وقوع محبتّها فى قلب النبى صلى الله عليه وسلم عند مارااهاوارادتة طلاق زيد لها فيه اعظم الحرج ومالا يليق بمنصبه صلى الله عليه وسلم من مد عينيه لما

نهى عنه من زهرة الحياة الدنيا قلت هذا اقدام عظيم من قائله وقلة معرفة بحق النبى صلى الله عليه وسلم و بفضله و كيف يقال راها فأعجبته وهى بنت عمته ولم يزل يراها منذولدت ولا كان النساء يحتجبن منه صلى الله عليه وسلم وهو زوجها لزيد فلايشك فى تنزيه النبى صلى الله عليه وسلم عن أن يامر زيداً بامساكها وهو يحب تطليقه اياها كماذكر عن جماعة من المفسرين (خازن جلد۳ صفحہ۴۶۸)

یعنی مفسر خازن لکھتے ہیں کہ اگر تم یہ کہو کہ بعض مفسرین نے جو اس آیت کی تفسیر اور شان نزول میں کہا ہے کہ آں حضرت نے جب زینب کو دیکھا تو اس کی محبت ان کے دل میں آ گئی اور زید سے طلاق دلوانے کا ارادہ کیا۔ اس میں تو بہت نقصان معلوم ہوتا ہے اور یہ نبوت کی شان کے لائق ہی نہیں کہ لوگوں کو تو منع کریں گے کسی چیز کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو اور خود کریں (مفسر خازن کہتے ہیں) میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ یہ روایت درحقیقت اس کے قائل کی طرف سے آنحضرت کی شان پر بڑا حملہ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور شان والا شان کی عدم معرفت پر مبنی ہے (پھر مفسر خازن اس کی معقول طریق سے تردید کرتے ہیں کہ) کیونکہ یہ بات کہی جاتی ہے کہ آنحضرت نے زینب کو دیکھا تو ان کو بہت پسند آئی حالانکہ جب سے وہ پیدا ہوئی تھی آپ کے سامنے تھی کیونکہ وہ آپ کی پھوپھی زاد تھی اور پردے کے حکم سے پہلے عورتیں آپ سے پردہ بھی نہ کرتی تھیں اور خود آنحضرت ہی نے زید سے اس کا نکاح کرایا تھا۔ پس آنحضرت کی شان اس سے پاک ہے کہ زید کو تو حکم دیں کہ زینب کو چھوڑ نہیں اور دل میں اسکی طلاق چاہیں جیسا کہ مفسرین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے۔

آریہ مترو! سنئے کیسی معقول تردید ہے۔ اسی لئے معقول پسند مفسر امام رازی وغیرہ نے اس روایت کو نہیں لیا۔

او پال! تمہیں تو شرم چاہئے کہ خود تو تمام قدیمی مفسران ویدک کو ایک دم چھوڑ کر سوامی دیانند کے سوا



کسی کی نہ سنو اور کھلے لفظوں میں لکھو کہ:

سوائے سوامی دیانند جی کی تفسیر کے اور کوئی تفسیر ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

(تہذیب الاسلام جلد چہارم صفحہ۲۳۱)

اور ہم کو ہر ایک تفسیر کی بے سند روایات کے ملزم کرو بلکہ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان والا شان پر انہی روایات کی وجہ سے حملے کرو

پیارے پال ۔

آنچہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند

ساجیو! سنو! اصل قصہ یہ ہے کہ اسلام چونکہ ایک نیچرل اور فطری مذہب ہے۔ اس لئے ویدک مت کی طرح خلاف نیچر دوسروں کے نطفے سے پیدا شدہ مواد کو غیر مستحق سے نہیں ملاتا بلکہ حسب قانون فطرت ہدایت کرتا ہے کہ:

مَاجَعَلَ اَدْعِيَاءَ كُمْ اَبْنَائَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ (الاحزاب:۳۳)

یعنی تمہارے منہ بولے پالکوں کو خدا نے تمہاری اولاد نہیں بنایا یہ تمہارے منہ کی باتیں ہیں''

چونکہ متبنّٰی (لیپالک) بنانے والے کی اصل غرض یہ ہوتی تھی اور اب بھی ہوتی ہے کہ ہمارا لڑکا اور بیٹا بلکہ خاندان کے چلانے والا اسی کو جانتے ہیں۔ چنانچہ آریوں کے گرو سوامی دیانند بھی لکھتے ہیں۔

''خاندان کے سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے کسی اپنی ذات والے کا لڑکا گود لے لیں گے اس سے خاندان چلے گا'' (ستیارتھ صفحہ۱۴۷)

اس لئے جب ان سے کہا گیا کہ وہ تمہارے لئے نہیں تو کس قدر ان کو اپنی اس غرض میں ناکامی محسوس ہوئی۔ اسکے بعد فرمایا۔ ان بچوں کی ولدیت ان کے اصل باپوں کے نام سے بلاؤ اور لکھا کرو

اُدْعُوْهُمْ لِاٰ بَائِهِمْ هُوَاَقْسَطُ عِنْدَاللّٰهِ (الاحزاب:۳۳)

تو اس حکم سے اور بھی اس خلاف فطرت رسم کو صدمہ پہنچا۔ اس کے بعد ابھی ایک درجہ باقی تھا کہ لیپا لک کی بیوی کو اپنے حقیقی بیٹے کی بیوی کی طرح بہو جانتے تھے اس لئے دنیا کے خالق نے اس خلاف وضع فطری رسم کو مٹانے کے لئے اپنے سچے رسول اور دنیا کے حقیقی مصلح سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انتخاب فرما کر آپ کو زینب مطلقہ زید سے (جو لوگوں کے خیال میں آنحضرت کا لیپا لک تھا) نکاح کرنے کا حکم دیا چنانچہ آپ نے کرلیا۔ پس اصل قصہ مختصراً اتنا ہے۔

اب امر تنقیح طلب صرف یہ ہے کہ زید اور زینب کی جدائی کرانے میں آنحضرت کو بھی دخل ہے۔ یا اتفاقیہ ایسا واقعہ پیش آیا کہ زید نے اپنی بیوی زینب کو طلاق دیدی۔

اس بات میں محدّثین کے اصول کے مطابق تو کوئی روایت نہیں ملتی اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید خود اس مضمون کو حسب ضرورت بیان کرتا ہے۔

سماجی مترو! غور سے سنو: قرآن مجید نے اس قصے کو یوں بیان کیا ہے کہ:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَااللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَ تَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَھَا لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآءِ ھِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْھُنَّ وَطَرًا وَکَانَ اَمْرُاللّٰہِ مَفْعُوْلًا (الاحزاب:۳۷) اے نبی جس شخص (زید) پر اللہ نے انعام کیا (کہ اس کو پرورش کر کے اسلام سکھایا) اور تو نے بھی انعام کیا ہے (کہ آزاد کر کے نکاح کرایا) تو نے اس کو ہر چند کہا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ اور (اسکے چھوڑنے میں) خدا سے ڈر (یہاں تک تو مضمون صاف ہے کہ آنحضرت نے زید کو بہت کچھ سمجھایا کہ تو اپنی بیوی زینب کو مت چھوڑ بلکہ وہ لفظ بھی کہہ دیا کہ جو نبوت کا آخری لفظ ہے یعنی خدا کا خوف بھی جتلایا کہ اللہ سے ڈر مگر زید نے نہ مانا لاچار نبی کے دل میں خیال آیا کہ اچھا اگر یہ چھوڑ دے گا تو میں خود اس سے نکاح کرلوں گا مگر یہ امر رسول ملکیہ کے خلاف تھا اسلئے لوگوں کی بیہودہ گوئی کا خیال بھی قلب مبارک پر اثر کرتا تھا اسی کی بابت خدا نے فرمایا کہ) اے نبی تو اپنے دل



میں وہ بات چھپاتا تھا جس کو اللہ تعالیٰ کو آخر کار ظاہر کرنا تھا۔ اور تو لوگوں (کی بیہودہ گوئی) سے ڈرتا تھا۔ حالانکہ اللہ سے ڈرنا زیادہ ضروری ہے (اس سے یہ بات صاف پائی جاتی ہے کہ جو کچھ وقوع میں آیا وہی آنحضرت کے ذہن مبارک میں تھا یعنی نکاح زینب اسکے سوا اور کچھ نہیں کیونکہ خدا نے فرمایا کہ تو دل میں وہ بات چھپاتا تھا جسکو مجھے ظاہر کرنا تھا۔ آخر کار ظاہر ہوا تو یہی جو اس سے آگے کی آیت میں ہے (پس جب زید نے زینب سے بالکل علیحدگی کرلی تو ہم (خدا) نے اس کا نکاح تیرے سے کردیا۔ یعنی نکاح کی اجازت دی تاکہ آیندہ مسلمانوں کو اپنے لیپالکوں کی بیویوں سے بعد طلاق دینے لیپالکوں کے نکاح کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور اللہ کا حکم ہو کر ہی رہتا ہے۔

سماجی مترو! یہ ہے آیت قرآنی اور یہ ہے اسکا ترجمہ بتلاؤ اس پر کیا اعتراض ہے بڑے سے بڑا اعتراض اس پر یہ ہوسکتا ہے اور یہی ہے کہ آنحضرت نے اپنے لیپا لک کی مطلقہ بیوی سے کیوں نکاح کیا۔ اسکا جواب دو طرح سے ہے۔ غور سے سنو۔

گناہ وہ ہوتا ہے جو قانون قدرت کے خلاف ہو یا کسی شریعت میں اس کی ممانعت ہو لیپا لک کی مطلقہ سے نکاح کرنا قانون قدرت کے خلاف نہیں بلکہ لیپا لک کو بیٹا بنانا قانون قدرت کے خلاف ہے کیونکہ جسے خدا نے نہیں جوڑا اسکو جوڑنا صریح گناہ ہے اس لئے بہت ضروری تھا کہ اس رسم کے مٹانے کے لئے زبردست آدمی کو منتخب کیا جائے۔

(۲) دوسری وجہ گناہ ہونے کی بھی نہیں پائی جاتی۔ تورات، انجیل بلکہ ویدوں تک اس کو گناہ بتلانے میں خاموش ہیں۔

عیسائیو! دیانندیو! وغیرہ مخالفو! آؤ بائبیل کا کوئی درس یا وید کا کوئی منتر بتلاؤ جسمیں اصل فعل سے منع کیا ہو۔ نہیں تو اعتراض کرتے ہوئے شرماؤ۔

دیانندیو! تمہیں تو خاص طور سے شرم آنی چاہئے کہ وید کو جملہ علوم کی کان مان کر ویدوں میں اسکی ممانعت نہ دکھا سکو تو کس منہ سے اسکو گناہ کہتے ہو (شیم۔ شرم شیم)

اصل مضمون کا جواب تو ہولیا باقی جو کچھ ٹھوکریں مرتد نے کھائی ہیں ان کی اصلاح کرنا ہمارا کام نہیں یہ اس کی جہالت کے بدنتائج ہیں جو اہل علم کی نگاہ میں اس کی ذلت کے موجب ہیں۔ مثلاً وہ لکھتا ہے کہ آیت: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ (الاحزاب:۷۲)
اسی قصے کے متعلق نازل ہوئی تھی وغیرہ وغیرہ۔ یہ اس کی بے علمی اور تعصب مذہبی کی دلیل ہے۔ ہمیں اس سے مطلب نہیں۔

❖❖❖



## ساتویں فصل

# محمد[۱] کی جلد بازی اور شاہان اسلام کی خرابی

اس فصل میں مرتد نے سید الانبیاء صلوٰت اللہ علیہ وسلامہ کی نسبت یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ نے جلدی میں اپنے نفس پر لونڈی کو حرام کرلیا۔ چنانچہ مرتد کے اپنے الفاظ درج ذیل ہیں۔ لکھتا ہے کہ:

''مفسرین نے یک زبان ہوکر اس بات کی شہادت دی ہے کہ محمد باری باری اپنی عورتوں کے پاس جایا کرتا تھا۔ ایک دن حفصہ کی باری تھی۔ محمد اس کے پاس گیا۔ آگے کیا واقعہ ہوا اس کا ذکر معالم التنزیل کا مفسر اپنی معتبر اور پرانی تفسیر میں بایں الفاظ کرتا ہے:

فلما كان يوم حفصة استاذنت رسول الله فى زيارة أبيها فاذن لها فلما خرجت أرسل رسول الله الى جارية مارية القبطية فأد خلها بيت حفصة فوقع عليها فلما رجعت حفصة وجدت الباب مغلقا فجلست عندالباب فخرج رسول الله ووجهه يقطر عرقا وحفصة تبكى فقال مايبكيك فقالت انما أنا ابكى لأنك أذنت لى من أجل هذا أدخلت أمتك بيتى ثم وقعت عليها فى يومى وعلى فر اشى أمارأيت لى حر مته وحقا (معالم التنزيل جلد چهارم صفحه ١٦٩)

[۱] فداه أبى وأمى صلوات الله وسلامه عليه وعلى آله وأصحابه أجمعين (تبر)

جس دن حفصہ کی باری تھی حفصہ نے رسول اللہ سے اجازت مانگی کہ وہ اپنے باپ سے ملنے جاتی ہے۔ رسول اللہ نے اس کو اجازت دے دی۔ جب وہ چلی گئی تو رسول اللہ نے ایک لونڈی ماریہ قبطیہ کو بلایا۔ اور حفصہ کے گھر کے اندر لے گیا۔ اور اس سے صحبت کی۔ جب حفصہ واپس آئی تو اس نے دروازے کو بند پایا۔ وہ دروازے کے باہر بیٹھ رہی۔ جس وقت رسول اللہ باہر نکلے تو وہ پسینہ پسینہ ہو رہے تھے۔ اور ان کے چہرے سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ حفصہ رو پڑی حضرت نے پوچھا کیوں روتی ہو اس نے کہا کہ میں روتی ہوں کہ کیا تو نے اسی لئے مجھے باپ کے گھر بھیج دیا تھا تو اپنی لونڈی کو میرے گھر لایا۔ اور میری باری میں اس کے ساتھ اور پھر میرے ہی بستر پر تجھے میری عزت اور میرے حق کا ذرا بھی خیال نہ آیا۔ حفصہ کے رونے کو اور اس کی ڈانٹ کو سن کر محمد کے ہوش اڑ گئے۔ نہایت ہی گھبراہٹ میں کہا دیکھ دیکھ!

اسکتی فهی حرام علّی التمس بذالك رضائك فقال فلا تخبری بهذاالمرأة منهن

ذرا چپ رہ۔ آج سے میں اس کو اپنے لئے حرام کرتا ہوں۔ اور تیری خوشی چاہتا ہوں۔ پس تو اس بات کو اپنے تک ہی رکھنا دوسری عورتوں سے اس کا ذکر مت کرنا مگر ایسی گندی باتیں زیادہ دیر تک پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھیں۔ چونکہ ماریہ لونڈی بہت خوبصورت تھی۔ یہاں تک کہ بیاہتا عورتیں بھی چاہتی تھیں کہ کسی طرح اس سے محمد کا پیچھا چھوٹے۔ حفصہ نے جب محمد کو ماریہ کے بارے میں تحریم کرتے دیکھا تو اس نے جھٹ عائشہؓ کو اطلاع دی کہ آج ایسا ایسا ہوا۔ اور حضرت نے ماریہ کو اپنے لئے حرام کر دیا۔ عائشہ محمد کی کاروائی کا تذکرہ سن کر آگ بگولہ ہوگئی (صفحہ ۱۰۰)

**جواب:** وہی فرقت کی بیماری جو آگے تھی وہ اب بھی ہے۔ جس امر کی شکایت ہم کو مرتد سے گذشتہ فصل میں تھی وہی اس میں بھی ہے۔ مزید یہ ہے کہ مرتد اپنے ناقص اور ادھورے معلومات پر نازاں ہو کر اپنے خیال میں دریا کو کنویں کے اندر دیکھتا ہے ایک تفسیر معالم کے بھروسے پر لکھ دیتا



ہے کہ تمام مفسرین یہی لکھتے ہیں مگر اسے معلوم نہیں کہ سمندر بھی دنیا میں کوئی ہے۔

مختصر جواب تو وہی ہے جو اصولاً ہم پہلے بتلا آئے ہیں کہ مفسرین کی تفسیریں دو قسم پر ہیں ایک تو کسی لغت کی تشریح دوئم کسی روایت کا بیان۔ روایت کے بیان کے لئے سند ضروری ہے مفصل جواب یہاں سنو!

تم جانتے ہو کہ کتب حدیث کے مراتب مختلف ہیں مگر سب سے اعلیٰ درجے پر صحیح بخاری ہے۔ جس کی بابت اصول حدیث کی کتابوں میں یوں لکھا ہے کہ:

قدم صحیح البخاری علی غیره من الکتب المصنفة فی الحدیث (شرح نخبه صفحة ٣٦)

یعنی صحیح بخاری حدیث کی سب کتابوں سے مقدم اور صحیح تر ہے۔ جس کا اعتراف خود مرتد کو بھی ہے چنانچہ اسی کتاب (نخل) کے صفحہ ۹۳ پر لکھتا ہے:

"صحیح بخاری قرآن کے دوسرے درجے پر مستند سمجھی جاتی ہے" صفحہ ۹۳

پس جب ہم اس قاعدے کی پابندی سے صحیح بخاری کو دیکھتے ہیں تو اس میں تمہاری پیش کردہ روایات کو نہیں پاتے اس کے بعد صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں بھی نہیں پاتے بلکہ بجائے اس کے آیت موصوفہ کا شان نزول ان کتابوں میں یوں لکھا ہے کہ:

دو بیویوں نے اتفاق کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کے منہ مبارک سے موم کی بدبو آتی ہے۔ آپ کو چونکہ بدبو سے سخت نفرت تھی فرمایا میں زینب کے گھر میں شہد کا شربت پیا کرتا ہوں اسکی بدبو ہوگی۔ بہتر میں آیندہ کو قطعاً نہ پیا کروں گا۔ چونکہ نبی کا ہر فعل امت کے لئے سنت کا حکم رکھتا ہے اسلئے اس غلطی کو رفع کرنے کے لئے خداوند تعالیٰ نے نبی کو اور امت کو اصل حال پر مطلع کیا۔

اس سے کیا ثابت ہوا؟ غایت سے غایت اتنا کہ آں حضرت نے اپنی بیوی کی خوشنودی ایک ایسے کام میں حاصل کرنے کی کوشش کی جو حفظ صحت کے قاعدے سے بھی ضروری

کام تھا۔اگر واقع میں وہ بات غلط تھی تو اس سے کوئی بڑی بات ثابت ہوئی تو یہ کہ آپ کو علم غیب نہ تھا یعنی آپ انتریامی نہ تھے۔جس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ بیشک نہ تھے۔

سماجیو! آؤ ہم تم کو ویدک مت کی تعلیم بھی سنا دیں کہ عورتوں کو کہاں تک خوش رکھنے بلکہ پوجا کرنے کا حکم ہے۔سوامی دیانند لکھتے ہیں:

عورتوں کی ہمیشہ پوجا کرنی چاہئے باپ، بھائی، خاوند اور دیور ان کی عزت کریں اور زیور وغیرہ سے خوش رکھیں۔جن کو بہت بہتری کی خواہش ہو وہی ایسا کریں۔جس گھر میں عورتوں کی عزت ہوتی ہے اس میں آدمی باعلم ہو کر دیو نام سے ملقب ہوتے اور راحت سے رہتے ہیں۔اور جس گھر میں عورتوں کی عزت نہیں ہوتی وہاں سب کام بگڑ جاتے ہیں۔

جس گھر یا خاندان میں عورتیں غمگین ہو کر تکلیف پاتی ہیں وہ خاندان جلد تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔اور جس گھر یا خاندان میں عورتیں آنند سے پُرحوصلہ اور خوشی میں بھری رہتی ہیں وہ خاندان ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے۔

اس لئے حشمت کی خواہش کرنے والے آدمیوں کو مناسب ہے کہ عزت اور تیوہار کے موقع پر زیورات، پوشاک، اور خوراک وغیرہ سے عورتوں کی ہمیشہ عزت کیا کریں (ستیارتھ، صفحہ ۱۲۴)

دیانندی مترو! اگر کسی آریہ رشی کی پوجنیہ استری (چہیتی بیوی، رشی سے یہ کہو کہ تمہارے منہ سے کچے پیاز کی بو آتی ہے تو وہ رشی اس وید مت کی آگیا انوسار (موافق تعلیم وید) پیاز کھانا چھوڑ دیگا یا نہیں؟ اگر چھوڑ دے گا تو تمہارا مرتد اس پر بھی معترض ہوگا یا نہیں۔اگر ہوگا تو تم اس کا کیا جواب دو گے یہی دو گے نہ؟ کہو جی کون دہرم ہے۔

پیارے پال! تم تو ابھی مجرد ہو تم کیا جانو بیوی خاوند کے تعلقات کیا ہوتے ہیں آہ۔

نہیں معلوم تم کو ماجرائے دل کی کیفیت
سنائیں گے تمہیں ہم ایک دن یہ داستاں پھر بھی



اس فصل میں مرتد نے چلتے چلتے تعدد ازدواج پر بھی مختصر سا نوٹس لیا ہے۔چنانچہ اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

''افسوس یہی ہے کہ تعدد ازدواج اور مَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ کا نہایت ہی خطرناک اور زہریلا مسئلہ اور خوفناک تعلیم ہی مسلمانوں اور خصوصاً مسلمان بادشاہوں کے کیرکٹر کو گرانے کا موجب ہوئی ہے'' صفحہ ۹۹

جواب: مرتد کی ساری کتاب کا خلاصہ دراصل دو لفظوں میں ہے جو اس نے کئی ایک جگہ خود ہی دکھایا ہے کہ مسلمان بادشاہوں کے آنے سے ہندوستان تنزل میں گرا یہ سارا اثر اسلام کی تعلیم کا ہے۔پس اب ہم اس جگہ کچھ مزید بحث کرنے کی ضرورت نہیں جانتے صرف حوالجات سے یہ دکھاتے ہیں کہ تعدد ازدواج آریہ دہرم کی تعلیم قدیم ہے۔پس غور سے سنئے۔منو مہاراج دہرم شاستر میں راجہ کے روزانہ کے کاموں کا پروگرام دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کھانا کھا کر عورتوں کے ساتھ محل میں بہار کرے اسکے بعد بوقت موقع امور سلطنت کو دیکھے۔۷ کا ۲۲۱

دیانندیو! یہ تو نہ کہنا کہ خاص راجوں مہاراجوں ہی کے لئے تعدد ازدواج کی اجازت ہے۔نہیں بلکہ عام آریوں کے لئے بھی ہے۔سنو!

پہلی شادی سے جو لڑکا پیچھے پیدا ہوا ہے۔وہ ایک اچھا بیل ادو ہار لیوے بڑی عورت سے پہلے پیدا ہوا ہو تو پندرہ گئو اور ایک بیل لیوے۔۹ کا ۱۲۳/۱۲۴

اور سنو! ایک بڑے مزے کی تم کو سنائیں۔منو جی مہاراج کہتے ہیں:

اگر ایک آدمی کی چار پانچ (ہائے توبہ پانچ ہتبر) عورتیں ہوں اور ان میں سے ایک صاحب اولاد ہوں تو باقی سب بھی صاحب اولاد ہوتی ہیں۔یہ منو جی کا حکم ہے (۹ کا ۱۸۳)

سماجی مترو! ابھی ٹھہرو! گھبراؤ نہیں ہم تم کو ایک اور منصفانہ واک (قول) سنائیں منو جی نے تعدد ازدواج کی اجازت دیکر جماع کے قواعد بھی بتلائے ہیں۔سنو! فرماتے ہیں:

’’پہلی عورت موجود ہو اور بھکشا سے دولت فراہم کر کے اس روپیہ سے دوسری شادی کرے تو اس (دوسری بیوی) کو صرف جماع کا لطف ملتا ہے اولاد اس کی ہے جس نے دولت دی ہے‘‘ (۱۱کا۵) (کیا انصاف ہے)

دیانندیو! شرم سے دبے کیوں جاتے ہو۔ ہوا کیا کہہ دو کہ منو نے غلط کہا۔ یاد رکھو تم ایسا نہیں کہہ سکتے کیونکہ منو وہ بزرگ ہے جس کے آگے تمام رشیوں نے دوزانوں بیٹھ کر بڑے ادب سے کہا تھا کہ:

’’اے پربھو خیال سے باہر اور لامحدود اور قدیم وید میں بیان کئے ہوئے جو بہت طرح کے کرم ہیں انکے اصل کو جاننے والے ایک آپ ہی ہیں۔ سمرتی۔ ا کا ۳۔

آج بھی اگر تمہارے گرو کی ستیارتھ میں سے منو کے بتلائے ہوئے احکام کو نکال دیں تو ستیارتھ کے بمشکل اتنے اوراق بچیں گے جنکر چند کنکوے بھی نہ بن سکیں۔

علاوہ اس کے تمہارے مرتد کا جواب تو پھر بھی ہو جائے گا۔ جو تعدد ازدواج کا بانی اسلام اور اہل اسلام ہی کو جانتا ہے۔ اور اسکو شاہان اسلام کے لئے مخرب اخلاق کہتا ہے۔

نوٹ: تعدد ازدواج پر فلسفیانہ بحث ہم نے تفسیر ثنائی جلد۲ میں کی ہے اور اس کا اختصار ترک اسلام میں دکھایا ہے۔ جس کا جواب مرتد سے بغیر منہ چڑھانے کے نہ ہو سکا سچ ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔

یہاں تک پہنچ کر ہمیں یاد آیا کہ اتنے حوالجات سے کیوں جواب دیا مرتد تو خود ہی مانتا ہے کہ: جس صورت میں تعدد ازدواج کی مثالیں اب اہل ہند میں دیکھی جاتی ہیں اس قسم کے نادرات مسلمانوں کی عملداری سے پہلے بھی یہاں موجود تھے۔ صفحہ ۱۰۷

او ظالم! یہ نادر مثالیں جو ہندوؤں میں مسلمانوں کی عملداری سے پہلے تھیں اور اب بھی ہیں کس تعلیم کا اثر تھا؟ کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ ایک ایسی رسم پر بھی جو ہندوؤں میں پہلے سے موجود تھی مسلمانوں کو الزام دیتے ہو

دیانندیو! کیا اسی کو کہتے ہیں۔



میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

مرتد نے اس فصل میں لگے ہاتھ غلامی پر بھی نوک جھونک کی ہے چنانچہ اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

’’ہاں کافروں یا مشرکوں یا مفتوح لوگوں کو لونڈی غلام بنانے کا قاعدہ گو عرب میں محمد سے پہلے بھی جاری تھا لیکن محمد نے اس کو مذہبی جامہ پہنا کر رجسٹرڈ کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں جہاں اب بھی اسلام کا زور ہے وہاں وہاں یہ انسٹیٹیوشن پرانے زور شور سے چل رہا ہے۔ یہ وقت آیا کہ مسلمانوں کی دیکھا دیکھی عیسائیوں نے بھی اس تجارت سے ہاتھ رنگنا شروع کئے۔ افریقہ کے جنگلوں سے حبشیوں کو جانور کی طرح پکڑا جاتا۔ مدت تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ آخر کار انسانی خون کی تجارت نے اہل یورپ کے زندہ دل۔ خدا ترس۔ انسان دوست لوگوں کے دل کو ہلا دیا۔ اور انہوں نے اس خوفناک تجارت کو روکنے کے لئے سرتوڑ کوشش کی۔ وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے۔ عیسائی سلطنتوں میں سے اس ناپاک غلامی کی بیخ کنی ہوگئی۔ اگرچہ مہذب غلامی کو اب تک جائز سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہندوستان کے غلاموں کے ساتھ سلوک‘‘ (صفحہ ۱۰۷)

**جواب:** اس تحریر میں مرتد نے اپنی معلومات کا صحیح نقشہ بتلایا ہے۔ عیسائیوں کو مسلمانوں کی دیکھا دیکھی غلامی کا مجوز لکھا ہے حالانکہ عیسائیوں کی بائیبل میں آج تک غلامی کا ثبوت ملتا ہے (ملاحظہ ہو کتاب خروج باب۱۲ وغیرہ) خیر ہمیں اس سے مطلب نہیں کہ مرتد کے معلومات صحیح ہیں یا غلط جب کہ اس نے ٹھیکہ لے رکھا ہے کہ تمام قسم کی واقعی اور غیر واقعی برائیاں سب اسلام ہی کے سر تھوپی جائیں تو پھر اس کو کیا غرض کہ صحیح واقعات سے کام لے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تعدد ازدواج کی طرح غلامی کے مسئلے کو اسلام کے ذمہ کیوں لگاتا۔ جبکہ غلامی کا ثبوت بھی ویدک مت کے پراچین گرنتھوں (پرانی کتابوں) میں ملتا ہے۔ پس غور سے سنیں!

منو جی فرماتے ہیں:

لڑائی میں فتح کیا ہوا۔ خوراک پر غلامی کو منظور کرنے والا اور کسی جرم کے عوض غلامی

قبول کرنے والا گھر کی لونڈی سے پیدا ہوا ہو۔ خرید کیا ہو۔ خیرات میں ملا ہو۔ بزرگوں سے ورثہ میں ملا ہو اور بھکت یہ سب غلام ہیں (۸کا۴۱۳)

**سماجیو!** بتلاؤ اس غلامی سے بدتر غلامی بھی دنیا میں کوئی ہوگی۔ جو چیز خیرات دان اور ورثہ میں انتقال ہو کر دوسرے تک پہنچ سکتی ہے وہ خرید وفروخت سے کیوں نہ پہونچتی ہوگی۔ اب ہم دکھاتے ہیں کہ یہ ویدک مت نے غلاموں کو کیسا بے اختیار کیا ہے غور سے سنو!

اپنی عورت کے لڑکے اور غلام یہ سب جس دولت کو جمع کریں سب دولت ان کے مالک کی ہے اور یہ اس کے حقدار مالک کی زندگی میں نہیں (منو۸کا۴۱۶)

**دیانندیو!** کہو جی کون دہرم ہے؟

سنو! اسلام نے تو غلاموں کو حالت غلامی میں وہ رتبہ دیا ہے کہ مالک کو حکم دیا کہ اپنے کپڑوں جیسے کپڑے ان کو پہناؤ اپنے کھانے جیسا ان کو کھلاؤ غرض بیٹے اور غلام میں کوئی تمیز نہ ہو پھر ساتھ ہی اس کے جہاں خیرات کے مواقع بتلائے ہیں وہاں پر "وَفِی الرِّقَابِ" غلاموں کو آزاد کرنے کا مصرف بھی خیرات کے مصارف میں داخل کیا یعنی جیسا کوئی دینی مدرسہ جاری کرنا کنواں کھدوانا۔ سرائے بنانا وغیرہ کاموں میں خیرات کرنے کا ثواب ہے۔ ایسا ہی غلام کو آزاد کرنے میں روپیہ خرچ کرنے کا بھی ثواب ہے بلکہ حدیث شریف مں ہے کہ جو کوئی غلام کو آزاد کرتا ہے اس کے ہر عضو کے بدلے مالک کا ہر عضو جہنم سے خدا آزاد کر دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ذرا ذرا سی غلطیوں سے کفاروں میں غلاموں کا آزاد کرنا اس لئے فرمایا ہے کہ غلاموں کو آزادی حاصل ہو اس کے مقابلہ میں ویدک دہرم کی بھی سنئے کہ حقیقی اور مجازی دونوں قسموں کے غلاموں کی کیسی گت بنائی جارہی ہے۔ منومہاراج فرماتے ہیں:

برہمانے شودر (کمین آدمی) کو براہمنوں کی خدمت کے واسطے بنایا ہے اسے اس طرح خواہ شودر خریدا ہوا۔ (سماجیو! خریدا ہوا کون ہوتا ہے؟ تبر) یا ملازم ہو خواہ نہ ہو اس سے کام برابر لینا



چاہئے (منو۸کا۴۱۳)

دیانندیو! کیا سچ ہے؟

نہ تم صدمہ ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے　　نہ کھلتے راز سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

بتلاؤ! شودر خریدا ہوا ہو یا نہ خریدا ہوا ہو جب ہر حال میں تمہارا خدمت گار رہا تو کوئی زمانہ اس کی آزادی کا بھی آئے گا۔

مرتد نے انگریزوں کی حکومت اور دیسیوں کی ماتحتی کو مہذب غلامی کے نام سے موسوم کر کے گورنمنٹ انگریزی پر بھی چبھتی ہوئی نکتہ چینی کی ہے جس کا جواب دینا گو ہمارا فرض نہیں لیکن بنظر انصاف دیکھا جائے تو جو رتبہ ویدک دہرم نے شودروں کو عنایت کیا ہے گورنمنٹ انگریزی نے اس سے کہیں زیادہ اچھا سلوک کیا ہے۔ منو جی کا پرمان (حکم) بھی تم سن چکے ہو کہ شودر سے ہر حال میں خدمت لینی چاہئے اور یہ ظاہر ہے کہ فاتح قوم کے مقابلہ میں تمام رعایا شودر ہے پس گورنمنٹ اگر ویدک دھرم کی پابند ہوتی تو کسی دیسی کو کوئی معزز عہدہ نہ دیتی یہاں تک کہ کسی کو کوئی ایسا نام رکھنے کی بھی اجازت نہ دیتی جسکے معنی اور لفظی ترجمہ میں اعزاز پایا جاتا ہو کیونکہ منومہاراج لکھتے ہیں کہ: شودر کے نام میں لفظ نند یعنی تحقیر شامل کرنا چاہئے (منو۲کا۳۱)

بلکہ جو مشکلات گورنمنٹ کو پیش آرہی ہیں ویدک دھرم پر عمل کرنے سے کوئی مشکل نہ آتی کیونکہ بموجب حکم ویدک مت کے شووروں کو تعلیم دینے والا جہنمی ہے۔ منو جی کا حکم غور سے سنو!

جو شخص شوور کو اپدیش (تعلیم) دیتا ہے وہ مع اس شودر کے نرک میں جائے گا۔

(منو۴کا۸۱)

بتلاؤ گورنمنٹ اس ہدایت پر عمل کرتی تو آج کانگریس میں کیوں اس کی مخالفت کے آوازے کسے جاتے؟

پیارے پال!

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے　　**آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے**

## آٹھویں[۱] فصل

# محمد کا دل اور محمدیوں کا دماغ

اس فصل میں مرتد نے مردعورت کے اسلامی تعلقات پر اعتراض کئے ہیں چنانچہ اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

''محمد اپنی عورتوں کو کبھی بھی وہ مرتبہ دینے کے لئے تیار نہیں تھا جو کسی مہذب ملک میں دیا جا سکتا ہے۔ محمد ان کو ایک قسم کی جائداد تصور کرتا تھا بلکہ قرآن میں جابجا دیگر الفاظ کے علاوہ عورتوں کو وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ یا دائیں ہاتھ کا مال ملکیت کہہ کر پکارا گیا ہے۔ ان کے حقوق کی مساوات کا ذرا بھی خیال نہیں رکھا گیا بلکہ یہ الہام گھڑ کر ان کو ہمیشہ کے لئے مردوں کی غلام بنا دیا کہ:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا اَنْفَقُوا (النساء:۳۴)

مرد عورتوں کے حاکم ہیں اسلئے کہ وہ ان سے افضل ہیں۔ اور ان پر خرچ کرتے ہیں۔

[۱] اس فصل کو مرتد نے ساتویں لکھا ہے اس سے آگے پھر اس کے نمبر بڑھائے ہیں حالانکہ ساتویں فصل اس سے پہلے آچکی ہے۔ ہم نے صحیح کر کے آٹھویں اور اسکے آئندہ کو نویں دسویں آخر تک صحیح لکھا ہے جیسا کہ ترک اسلام کے جواب میں ہم نے مرتد کے متر کہ نمبر کو صحیح کر دیا تھا۔

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ ہی　　دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے (تبر)



اس خرچ کی بدولت عورتوں کو مردوں کی ملکیت بنا دیا گیا۔ (صفحہ ۱۰۸)''

**جواب:** اس اقتباس میں مرتد نے تین دعوے کئے ہیں:

(۱) اسلام نے عورتوں کو مہذب قوموں کے برابر حقوق نہیں دئے۔ (۲) اسلام نے عورتوں کو مردوں کی ملک قرار دیا ہے۔ (۳) مردوں کے برابر حقوق عورتوں کو نہیں ہے۔

گو مہذب قوموں کی کوئی تعریف (Definition) نہیں کی لیکن اس کے بیان سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ ویدک تعلیم اعلیٰ درجہ کی تہذیب ہے۔ پس ہم کو بھی یہ منظور ہے لہٰذا ہم پہلے اس کو مدنظر رکھ کر ویدک مت کی تعلیم دربارہ حقوق نسوان بتلاتے ہیں اس کے بعد اسلامی تعلیم بتلائیں گے۔

کچھ شک نہیں کہ ویدک دھرم کا نمونہ اور خلاصہ منوسمرتی سے اچھا کوئی نہیں ملتا جس کی بابت کہا جا سکتا ہے کہ:

سب باتوں کے جاننے والے منوجی نے جس کا جو دھرم اس شاستر میں کہا ہے وہ سب باتیں وید میں ہیں (منو۲ کا ۷)

پس منوجی کی تعلیم دربارہ نسواں پہلے سنو!

عورت لڑکپن میں اپنے باپ کے اختیار میں رہے اور جوانی میں اپنے شوہر کے اختیار میں اور بعد وفات شوہر کے اپنے بیٹوں کے اختیار میں رہے۔ خود مختار کبھی نہ رہے۔ (۵ کا ۱۴۸)

عورت کو بالکل آزادی نہ دینی چاہئے بلکہ وہ مالک کے ساتھ رہے کیونکہ عورتیں خود مختار ہونے کے لائق نہیں (۹ کا ۳۰۳)

اور سنئے منوجی نے عورتوں کو کم عقلی میں ایسا درجہ عطا کیا ہے کہ فرماتے ہیں:

پاک عورتیں بھی گواہ نہیں ہو سکتیں کیونکہ عورتوں کی عقل ایک حالت پر قائم نہیں رہتی (۸ کا ۷۷)

اور سنئے منوجی نے مرد کو عورت پر کہاں تک اختیار دئے ہیں۔ فرماتے ہیں:

استری سے جرم سرزد ہوتو رسی اور بانس کی چھڑی سے سزا دینا چاہئے (۸کا۲۹۹) مرتد نے اپنے دعویٰ پر جو اس کی عبارت منقولہ بالا سے مفہوم ہوتا ہے مسئلہ طلاق کو گویا دلیل بنایا ہے چنانچہ اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ:

''اس تعلیم کا اثر نہایت ہی خوفناک ہوا۔ یہاں تک کہ محمد کی تقلید میں کوئی بھی مسلمان جب چاہے اپنی عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔ یہاں تک کہ انگلیو محمڈن لا میں یہ بات قانونی طور پر تسلیم کی گئی ہے کہ مسلمان اپنی خوشی اور مرضی سے بغیر کسی قسم کی وجہ کے جب اور جس وقت چاہے اپنی عورت کو چھوڑ سکتا ہے لیکن عورت کو یہ ہرگز اختیار نہیں ہے کہ وہ جب اور جس حالت میں چاہے اپنے خاوند کو چھوڑ دے۔'' (صفحہ۱۰۹)

اسی لئے ہم ویدک مت کی تعلیم سناتے ہیں۔ منو جی فرماتے ہیں:

''شراب پینے والے سادھو کی سیوا نہ کرنے والی، دولت کو لٹانے والی عورت ہوتو، دوسرا بیاہ کرنا چاہئے (۹کا۸۰)

یہ تو ہوئے اختیاری عیوب اب سنئے قدرتی نقصانات پر بھی منو جی یہی حکم دیتے ہیں:۔

''بانجھ عورت اور جس کی اولاد نہ جیتی ہو اور جو صرف لڑکیاں ہی پیدا کرتی ہو ایسی عورت ہونے پر دوسرا بیاہ کرنا چاہئے۔(۹کا۸۱)

شاید کوئی آریہ سماجی ہنستا ہو کہ مولوی صاحب کو خبر نہیں کہ آریوں سے مباحثہ ہے یا ہندوؤں سے منو کے واک (اقوال) تو ہندوؤں کے لئے ہیں ہمارے لئے تو سوامی کا قول ہونا چاہئے۔ سوایسے نیم چڑھے آریوں کو سوچنا چاہئے کہ منو جی وہ بزرگ اور رشی ہیں کہ خود سوامی کو بھی ان کا ادب اور تعظیم ہے بلکہ منو کے اقوال کو سوامی سند میں لاتے ہیں دیکھئے یہی اقوال جو ہم نے نقل کئے ہیں تمہارے سوامی نے بھی لکھے ہیں پس غور سے سنو!

''عورت بانجھ ہوتو آٹھویں برس، اولاد پیدا ہوکر مر جائے تو دسویں برس۔ جب جب اولاد پیدا ہو تب تب لڑکیاں ہی ہوں لڑکے نہ ہوں تو گیارہ برس تک اور جو بدکلام بولنے والی ہوتو



جلدی ہی اس عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے (ستیارتھ طبع اول صفحہ۱۵۵)

دیانندیو! دیکھ لیا عورت کے بانجھ ہونے اور لڑکیاں پیدا کرنے پر بھی تمہارے سوامی جی چھوڑنے کا حکم دیتے ہیں۔

نوٹ: سوامی جی کی نقلی غلطی دیکھئے کہ منو جی کا تو حوالہ دیا۔ مگر اس میں خیانت یہ کی ہے کہ منو کے اقوال مذکورہ میں دوسرے بیاہ کا حکم ہے۔ لیکن سوامی جی اسکو نیوگ کہتے ہیں حالانکہ بیاہ اور نیوگ میں بہت بڑا فرق ہے جو سوامی اور آریوں کو بھی مسلم ہے۔ لیکن نیوگ کا شوق چونکہ چرا جاتا تھا اس لئے بیاہ کو بھی نیوگ ہی کہہ دیا اور یہ نہ سمجھا کہ کوئی منوسمرتی دیکھے گا تو کیا کہے گا۔

دیانندیو! اسکا جواب کچھ دے سکتے ہو؟

ناظرین: بتلایئے ان حوالجات کے مطابق ویدک تہذیب میں عورت کے حقوق مرد جیسے ہیں حالت نکاح میں مرد کو سزا دینے کا بھی اختیار ہے عورت غیر مختار ہے۔ بانجھ ہونا لڑکیاں پیدا ہونا بھی عورت کے جرائم میں داخل ہے وغیرہ وغیرہ۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جو مذہب کسی منکوحہ عورت کو اس جرم پر کہ اسکے پیٹ میں لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں چھوڑ دینے کا حکم دے وہ بھی کہہ سکتا ہے کہ عورت کے حقوق مرد کے برابر ہیں جس کے نزدیک لڑکیوں کی یہ ذلت ہے کہ ان کی ماں بھی مستوجب ترک ہے تو ان کی کیا قدر ہوگی۔ واہ رے۔ دیانندیو! تمہارے ہاتھی کے دانت۔

پیسہ اخبار، لاہور کے ایڈیٹر صاحب نے ایک دفعہ اعلان کیا تھا کہ ۷رنومبر ۱۸۹۶ء کے پرچوں میں صرف عورتوں کے مضامین ہوں گے چنانچہ تاریخ مقررہ پر پیسہ اخبار کا پرچہ شائع ہوا تو اس میں ایک ہندو لیڈی نے اپنی اور اپنی ہم جنس عورتوں کی تکلیفات کا بیان کرتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ:

سب سے مشکل عورت کے لئے وہ زمانہ ہے جب وہ ماں بنتی ہے اس زمانے میں بچی

کی پیدائش کے وقت جو کچھ اس کو تکلیف ہوتی ہے اسکا اندازہ مرد کب کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ امر ہمارے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا کہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ لڑکی کے پیدا ہونے پر جو ہم کو لعن طعن ہوتی ہے یہ ہماری زچگی کی تکلیف کو دوبالا کر دیتی ہے۔ اور سوسائٹی چونکہ لڑکی کی تولید ایک گناہ عظیم سمجھے ہوئے ہے اس لیئے بعض عورتیں اسی غم میں مبتلا ہو کر اسی تکلیف کے زمانے میں جان دیدیتی ہیں۔

بانجھ ہونا وہ گناہ ہے کہ جس کے لئے کوئی کفارہ نہیں ایسی حالت میں بلا دریافت کرنا اس امر کے آیا مرد کا بھی اولاد کے نہ ہونے میں کوئی قصور ہے یا نہیں۔ مرد فوراً دوسری شادی کر لیتے ہیں۔ جس مرد کی دو عورتیں ہوتی ہیں اس کی اپنی زندگی جس خوشی سے گذرتی ہے اور جس طرح پر وہ عورتیں گذارہ کرتی ہیں۔ اس کا حال شاید نا گفتہ بہ ہے بعض کوتہ اندیش اسلئے بھی دوسری شادی کر لیتے ہیں کہ پہلی بیوی سے نرینہ اولاد نہیں ہوتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لیڈی کسی سماجی کی بیوی ہوگی اس لئے اس نے شکایت کی ہے اور جو کچھ لکھا ہے منو! اور سوامی کی تعلیم پر پرسنل اٹیک (خاص حملہ) ہے۔

سماجی مترو! آؤ ہم تمہیں ایک اور لطیفہ سنا دیں۔ دیکھو سوامی جی ایک فہرست ایسی عورتوں کی بھی دیتے ہیں جن سے نکاح نہیں کرنا چاہئے۔ غور سے سننا دیکھنا بھول نہ جانا۔

نہ زرد رنگ والی، نہ مرد سے لمبی چوڑی، نہ زیادہ طاقتور، نہ بیمار، نہ وہ جس کے جسم پر بالکل بال نہ ہوں، نہ بہت بال والی، نہ بکواس کرنے والی، اور نہ بھوری آنکھ والی (ستیارتھ طبع اول، صفحہ ۱۰۴)

<u>اور سنو نئی فلاسفی تم کو سنائیں:</u>

منحوس نام والی عورت سے بھی نہ کریں۔ (منحوس ناموں کی فہرست یہ ہے تبر) رکش یعنی اشونی، بھرنی، روہنی دیئی، ریوتی بائی، چتری، وغیرہ ستاروں کے نام والی، تلسیا، گندیا، گلابی، چمپہ، چمبیلی، وغیرہ پودوں کے نام والی۔ گنگا، جمنا وغیرہ ندی کے نام والی۔ چانڈالی وغیرہ نیچ نام والی، بندھیا، ہمالیہ، پاربتی وغیرہ پہاڑ نام والی۔ گوکلا، مینا وغیرہ پرند نام والی۔ ناگی، بھجنگا وغیرہ



سانپ نام والی۔ مادھوداسی۔ میرا داسی وغیرہ خدمتگار نام والی اور بھیم کماری، چنڈکا، کالی وغیرہ ڈراونے نام والی لڑکیوں کے ساتھ شادی نہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ نام منحوس اور دیگر اشیا کے بھی ہیں (صفحہ ۱۰۴) (فلاسفی تو خوب ہے کہ اور چیزوں کے نام ہیں کیا کہنے ہیں)

سماجیو! ہم تم سے یہ تو نہیں پوچھتے کہ ایسی عورتوں سے شادی کرنے سے سائنس کی کون سی ٹانگ ٹوٹی ہے کیونکہ تم ایسے اگر سائنس دان اور سائنس کے پیرو ہوتے تو دوسرے کے نطفے سے پیدا شدہ بچے کو اپنا کیوں بناتے یہ تو تم لوگوں کا محض زبانی دعویٰ ہے۔ اس لئے ہم تم سے نہیں پوچھتے بلکہ یہ پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بھول کر یا دھوکہ میں آ کر ایسی عورت سے نکاح کر لے تو پھر کیا کرے تمام عمر اس کو رکھے یا چھوڑ دے تم جانتے ہو گے کہ عقل اور فلسفہ کا حکم ہے کہ غلطی کو قائم رکھنا بھی غلطی ہے ایک غلطی تو اس سے پہلے ہوئی تو کیا پھر اس کا علاج یہی ہے کہ اس کو بحال رکھے! ہرگز نہیں۔

ہمارے ان پیش کردہ حوالجات سے ویدک دھرم کی تعلیم کا بخوبی پتہ ملتا ہے کہ عورتوں کو کہاں تک مردوں کے برابر حقوق مرحمت ہوئے۔ اب سنئے اسلامی تعلیم مگر اس تعلیم کو سننے سے پیشتر ذرا نیچرل فلاسفی اور مرد و عورت کے قدرتی تعلقات پر غور کرنا بھی ضروری ہے۔

کچھ شک نہیں کہ مرد اور عورت دونوں کی مثال اگر کوئی مل سکتی ہے تو یہ ہے کہ گویا دونوں مل کر اپنی عمر کی کشتی کو کھینچ کر کنارہ تک لے جا رہے ہیں۔ قدرت نے ایک کو دوسرے کا محتاج بنایا ہے ایک سے دوسرے کی حاجت براری ہوتی ہے لیکن غور کرنے سے یہ بات بھی بخوبی پایہ ثبوت کو پہنچ سکتی ہے کہ گویہ دونوں اپنی عمر کے پورا کرنے میں ایک دوسرے کے محتاج اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں تاہم اس میں شک نہیں کہ ان میں افسری اور ماتحتی کا تعلق بھی ضرور ہے اور ایسا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ اگر ان میں افسری اور ماتحتی نہ ہوتی تو درصورت اختلاف رائے کے ان کی عمر کی کشتی بھنور میں پھنس جاتی اور زندگی دوبھر ہو جاتی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان میں سے افسر کون ہے اور ماتحت کون۔ اس افسری اور ماتحتی کو بھی ہم قدرتی قانون سے دیکھتے ہیں تو ہمیں ثابت ہوتا

ہے کہ افسری مرد کے حصے میں ہے۔ کون نہیں جانتا کہ مرد بہ نسبت عورت کے طاقتور ہوتا ہے۔ قدرتی طور پر مرد بہت سے کام ایسے کرسکتا ہے کہ عورت سے نہیں ہوسکتے قدرتی طور پر عورت ہر ماہ میں چند یوم اور حمل کے تمام مدت مجبور ومعذور ہوتی ہے مگر مرد نہیں ہوتا۔ قدرتی طور پر بچے کی پرورش عورت کے سپرد ہے اسی لئے کہ اس کے پستان سے دودھ نکلتا ہے مرد سے نہیں۔ غرض بہت سے قدرتی امتیازات ہیں جن سے مرد کو برتری حاصل ہے۔ انہیں وجہ سے عورت کا نان ونفقہ مرد کے ذمہ ہے جو ہرایک مذہب اور ہرایک قوم میں دینے کا برابر دستور ہے جس کی بابت آریوں کے گرو نے کہا ہے کہ عورتوں کی پوجا کرنی چاہئے یعنی انکو زیور وغیرہ دینا چاہئے (دیکھو ستیارتھ ۱۲۴) انہی دو وجہوں کی بنا پر قرآن مجید نے مرد عورت کی افسری اور ماتحتی کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے کہ:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَا اَنْفَقُوْا

(النساء:۳۴)

''مرد عورتوں کے حاکم ہیں دو وجہ سے ایک تو قدرتی فضیلت سے (جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے) دوم اس لئے کہ وہ اپنے مال عورتوں پر خرچ کرتے ہیں''

حاکم کے لفظ سے مرتد نے نتیجہ نکالا ہے کہ خاوند مالک ہیں۔ حقیقت میں یہ اس کی عربی دانی بلکہ اردو سے بھی عدم واقفیت کا ثبوت ہے جو حاکم اور مالک میں تمیز نہ کر سکے اس سے کیا خاک توقع ہوسکتی ہے کہ وہ ہمارا بہت پرانا مگر باریک سوال حل کر سکے گا کہ عقل بڑی یا بھینس۔ پیارے پال۔

ابھی دل ربائی کے انداز سیکھو    کہ آساں نہیں دل لبھانا کسی کا

سنئے انگریز ہمارے تمہارے حاکم ہیں مگر مالک نہیں۔ صاحب ضلع حاکم ہیں مگر مالک نہیں مجسٹریٹ ضلع حاکم ہیں مگر مالک نہیں۔ یہاں تک کہ آنریری مجسٹریٹ بھی حاکم ہیں مگر مالک نہیں بلکہ جلسہ کا پریزیڈنٹ بھی حاکم ہے مگر مالک نہیں۔

**سماجیو!** اس برتے پر تتاپانی، بتلاؤ بموجب حکم منوجی خاوند جو عورت کو بانس سے (ہائے توبہ کہیں



خاص جگہ چبھ جائے تو۔ تبر) مارنے کا مجاز ہے تو حاکم کی حیثیت سے ہے یا محکوم کی ہم نے سمجھا تھا کہ مرتد گو خود تو باقاعدہ قرآن کو کسی استاد سے نہیں پڑھا۔ اس لئے منوجی کا فتویٰ (بغیر استاد کے پڑھنے والا چور ہے ۲/۱۱۶) اس پر بھی چسپاں ہوتا ہے لیکن خیال تھا کہ اردو فارسی اور انگریزی ترجموں سے کام لیتا ہوگا۔ مگر اس جگہ جو اس نے عورتوں کو ملکیت ثابت کرنے کے لئے ماملکت ایمانکم کی آیت کو لکھا ہے اس سے ہمارا رہا سہا گمان بھی غلط ہوگیا۔

**او ظالم!** کیا تمہارا نیم ودھرم یہی کہتا ہے کہ قرآن شریف میں مَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ سے مراد بیویاں ہیں۔ کیا تم نے اٹھارہویں پارہ کے شروع میں نہیں دیکھا کہ:

اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ (المومنون:۶)

دیکھو ازواج اور ما ملکت ایمان کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ ازواج سے مراد بیویاں اور ماملکت ایمان سے مراد لونڈیاں ہیں جن کو بحکم منوجی خریدا ہو۔ یہ لفظ تو قرآن شریف میں عورتوں کے حق میں بھی آیا ہے ماملکت ایمانکم جہاں پردہ کا ذکر ہے وہاں پر یہ حکم بھی ہے کہ عورتوں کو اپنے ماملکیت ایمان سے یعنی غلاموں سے پردہ کرنا ضروری نہیں۔ افسوس ہے تم ایسے کے ویسے ہوکر بھی قرآن شریف سے اسی قدر واقف ہو جتنے بڑے گوشت کے بھاؤ سے۔

**سماجی مترو!** قرآن شریف نے عورت کو وہ حقوق دئے ہیں کہ مثل دوسرے وارثوں کے خاوند کے مال سے مہر کے علاوہ حصہ بھی دلایا ہے۔ بلکہ مردوں کو حکم کرتا ہے کہ جتنے حقوق تمہارے عورتوں پر ہیں اسی قدر عورتوں کے تم پر ہیں غور سے سنو!

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (البقرۃ:۲۲۸)

جس قدر عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں اسی قدر مردوں پر عورتوں کے ہیں)

بلکہ یہاں تک کہ مرد عورت کو جو بظاہر اور فی الحقیقت دو جسم ہیں قرآن مجید نے دونوں کو گویا ایک جسم اور روح قرار دیا ہے۔ غور سے سنو!

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (البقرۃ:۱۸۷)

یعنی عورتیں مردوں کا لباس اور مرد عورتوں کے لباس ہیں۔ اس کنایہ میں قرآن مجید نے جس قدر گہرا تعلق مرد عورت کا بتلایا ہے اس سے بڑھ کر تو کیا برابر بھی کسی مذہب اور قوم نے نہیں بتلایا۔

عربی میں ایک مثل ہے اَلنَّاس بِاِ اللِّبَاس یعنی انسان کی زندگی اور عزت لباس کے ساتھ ہے قرآن مجید تو عورتوں کو مردوں کا اور مردوں کو عورتوں کا لباس کہہ کر اس مثل کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ مرد کی زندگی اور عزت عورت ہی سے اور عورت کی زندگی اور عزت مرد کے ساتھ ہے جو بالکل ٹھیک ہے۔

**دیانندی دوستو!** مرتد سے تو ہو نہیں سکتا تم ہی کوئی وید کا منتر اس مضمون کا دکھاؤ ورنہ یاد رکھو۔

بس تنگ نہ کر ناصح نادان مجھے اتنا
یا چل کے دکھادے دہن ایسا کمر ایسی

**ناظرین!** ویدک دھرم کا حوالہ سن چکے ہو کہ عورت کو شہادت میں بالکل نا قابل قرار دیا ہے مگر قرآن مجید نے اس شہادت کو قبول کیا۔ ہاں قانون قدرت کے مطابق دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر ٹھہرایا۔

حضرت پیغمبر خدا سید الانبیاء محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں عورت کے حقوق کا بیان ان لفظوں میں فرمایا ہے

المرأة راعية فی بيت زوجها
(عورت اپنے خاوند کے گھر میں حاکم ہے)

دیانندیو! اسلام نے عورت کو مہذب قوموں سے بڑھ کر حقوق دیئے ہیں یا نہیں؟

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

ہاں مسئلہ طلاق بھی قابل غور ہے گو ہم گذشتہ حوالجات میں دکھلا آئے ہیں کہ ویدک دھرم نے بھی طلاق کا حکم جاری کیا ہے۔ اور اس طلاق کا اختیار بھی مرد ہی کو بخشا ہے مگر ہم یہاں پر قدرتی قانون



کے حوالے سے جواب دیتے ہیں۔

ہم نے مسئلہ ہذا کا جواب ترک اسلام بجواب ترک اسلام میں بھی معقول طریق سے دیدیا تھا جسکو مرتد نے اسی کتاب ''نخل'' میں اوہورا سا نقل کر کے جواب دینے کی کوشش کی ہے اس کے جواب سے سمجھا جاتا ہے کہ مرتد بجائے جواب دینے کے منہ چڑھاتا ہے۔ ترک اسلام میں ہم نے دعویٰ کیا تھا کہ قدرتی اور مصنوعی تعلقات میں یہ فرق ہے کہ قدرتی تعلقات قابل انفصال نہیں مگر مصنوعی تعلقات قابل انفصال ہیں۔ مثال کے لئے باپ، بیٹی اور بہن بھائی کے تعلقات کو لیجئے۔ باپ چاہے کچھ ہو اور بیٹا کچھ بن جائے۔ مگر باپ باپ ہے اور بیٹا بیٹا اسی طرح اور تعلقات نسبی سب بجائے خود قائم رہتے ہیں خواہ ان کو کوئی توڑنے اور نفی کرنے کی کوشش بھی کرے مگر وہ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوگا۔

مصنوعی تعلقات کی مثال میں دوستی اور دشمنی کو سمجھئے کوئی شخص کسی شخص کا قدرتی اور پیدائشی دوست یا دشمن نہیں۔ قدرتی اور پیدائشی دوستی سے ہماری مراد یہ ہے کہ جس طرح پیدا ہوتے ہی بچہ اپنے باپ کا بیٹا اور بھائی بہن کا بھائی ہوتا ہے اس طرح کوئی بچہ کسی اپنے جیسوں کا دوست یا دشمن نہیں ہوتا بلکہ دوستی اور دشمنی کے تعلقات اپنے اختیار سے پیدا کرتا ہے۔ اسی لئے یہ تعلقات ٹوٹ بھی جاتے ہیں۔ ہر ایک شخص اس امر کی شہادت دے سکتا ہے کہ اس کی زندگی میں کتنے اشخاص سے دوستی ہو کر بعد میں ایسے بے تعلق ہوئے کہ یاد بھی نہیں بلکہ سامنے آئے تو کہا جاتا ہے۔

کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اس تمہید کے بعد ہم نے مسئلہ طلاق کی بابت لکھا تھا جو مرتد نے نقل کیا ہے جسکو ہم بھی یہاں اسی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ لکھتا ہے کہ:

''پہلی دلیل۔ نکاح چونکہ انسانی تعلقات میں سے ایک مصنوعی تعلق ہے لہٰذا وہ بھی قابل انفصال ہے۔ یعنی وقت ضرورت مرد عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔ یا یہ سوال کہ عورت مرد کو

کیوں طلاق نہیں دے سکتی۔ یہ نیچرل فلاسفی کے خلاف ہے (ترک اسلام بہ ترک اسلام صفحہ ۱۶۸)

محمد یوں کی اس دلیل سے پتہ لگ سکتا ہے کہ وہ کس قسم کا دماغ رکھتے ہیں اور شادی کو کیا سمجھتے ہیں۔ اور عورت کو کیا۔ مرد عورت کو طلاق دیدے تو یہ تو ہوا نیچرل فلاسفی کے مطابق۔ لیکن اگر عورت مرد کو طلاق دینا چاہے تو یہ نیچرل فلاسفی کے خلاف ہوا۔ نتیجہ یہ کہ مرد جب چاہے عورت کو چھوڑ دے۔ لیکن عورت ایسا نہیں کرسکتی۔ اس لئے کہ وہ ملک میں ہے۔ ہمیں محمد یوں کی نیچرل فلاسفی کا بھی پتہ نہیں لگتا کہ وہ کیا ہے۔" (صفحہ ۱۱۱)

**جواب:** مرتد کے اس جواب سے پتہ لگ سکتا ہے کہ دیانندیوں کے دماغ نیچرل فلاسفی کو کہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔

دیانندیو! اپنے نیم ودہرم سے کہنا تمہارے پال نے بجز منہ چڑھانے اور حسب عادت الا بنے دینے کے کیا جواب دیا؟

اوظالم! ان مذبوحی حرکات سے کیا تم "اسلام" ہاں خدا کے پیارے اسلام پر غلبہ پا جاؤ گے۔ جواب تو یہ تھا کہ نکاح کے تعلق کو تم قدرتی ثابت کر کے ناقابل انفصال ثابت کرتے جو تمام دنیا کی ساجیں مل کر بھی ثابت نہیں کرسکتیں۔ یہ کیا جواب ہے کہ "ہمیں محمد یوں کی نیچرل فلاسفی کا بھی پتہ نہیں لگتا۔ سچ کہتے ہو پتہ لگتا تو آج تم نیوگیوں کی منڈلی میں کیوں ناچتے پھرتے۔ آہ ؎

میرے پہلو سے گیا پالا ستمگر سے پڑا
مل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا

ہاں ہم کہتے ہیں کہ عورت ایسا نہیں کرسکتی کیونکہ ایسا کرنا اس کی قدرتی ماتحتی کے خلاف ہے۔ قدرت نے جب اس کو ماتحت اور مرد کو افسر بنایا ہے تو اطاعت سے نکل جانا اس کے اختیار میں دیا جائے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ ماتحت نہ تھی۔ حالانکہ تھی۔ اس لئے منو جی نے اس کو بانس سے مارنے کا حکم دیا تھا اور تمہارے سوامی نے تو عورت کو مرد کی کھیتی قرار دیا ہے (دیکھو ستیارتھ اردو طبع اول، صفحہ ۱۵۶)



دیانندیو! تمہارے کالج اور گروکل میں یہی قاعدہ ہے جس طرح افسر ماتحت پر خفا ہو کر جرمانہ یا برخواست کرتا ہے۔ ماتحت بھی افسر کے ساتھ یہی برتاؤ کرتا ہے نہیں تو کہو یہ کون دھرم ہے۔

تعدد ازدواج کا جواب تو پہلے آچکا ہے یہاں پر ہم مرتد کی سمجھ اور ذہانت کا ایک نمونہ دکھانا چاہتے ہیں ناظرین ذرا انصاف سے دیکھیں کہ کیا ایسا شخص علمیت کا تو کیا صحت دماغ کا بھی دعویٰ کرسکتا ہے جو تعدد ازدواج کے متعلق لکھتا ہے کہ:

"محمد کی اس بے انصافی سے بھری ہوئی تعلیم کے جو نتائج نکل رہے ہیں وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں ہیں خود محمد یوں کے اپنے اندر ہی ایسے فرقے موجود ہو گئے ہیں جو محمد کی اس تعلیم کو قطعی لچر سمجھ کر پیٹھ کے پیچھے پھینک چکے ہیں۔ چنانچہ فرقہ معتزلہ کے نزدیک ایک سے زیادہ بیویاں کرنا حرام کاری بلکہ زنا کاری میں شامل سمجھا گیا ہے۔ سابق جسٹس امیر علی صاحب محمڈن لا جلد دوم صفحہ ۲۱ پر لکھتے ہیں کہ تیسری صدی ہجری میں ہی خلیفہ المامون کے زمانہ میں معتزلہ فرقہ کے لیڈروں نے اس بات کا اعلان بلکہ پرچار شروع کر دیا تھا کہ قرآن میں درحقیقت ایک ہی بیوی کرنے کی اجازت ہے" صفحہ ۱۰۹

اوپال! تیری گلے نہ دال۔ تم اتنا سوچو کہ کوئی محمدی۔ محمدی کہلا کر محمد کی تعلیم کو لچر جانکر پھینک سکتا ہے۔ پھر وہ محمدی کیسا یہ تو ایسی بات ہوئی کہ کوئی مسلمان کہے کے دہرم پال نے دیانند کی تعلیم متعلق نیوگ اور شادی بیوگان وغیرہ کو لچر حیاسوز سمجھ کر پھینک دیا۔ تو ایسے کہنے والے سے پوچھا جائیگا کہ وہ پھر دیانندی رہا کیونکر۔ مرتد کی عقل دیکھئے کہ پہلے تو لکھتا ہے کہ محمد کی اس تعلیم کو قطعی لچر سمجھ کر پیٹھ کے پیچھے پھینک چکے ہیں جس سے سمجھا جاتا ہے کہ اس تعلیم کو اسلامی تعلیم مان کر بھی انہوں نے اس کی تردید کی ہے۔ لیکن ساتھ ہی اسکے پھر خود لکھتا ہے کہ: معتزلہ فرقے کے لیڈروں نے اعلان کر دیا کہ قرآن میں درحقیقت ایک ہی بیوی کرنے کی اجازت ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معتزلہ کے علماء نے اس مسئلہ کا اس لیئے انکار کیا تھا کہ انکے خیال میں قرآن مجید میں تعدد ازدواج

کی تعلیم ہی نہیں۔ یہ نہیں کہ اس حکم کو قرآن مجید کی تعلیم تسلیم کر کے انکار کیا تھا جیسے کہ آریہ بت پرستی سے اس لئے منکر ہیں کہ انکے خیال میں ویدوں کی یہ تعلیم نہیں۔ یہ نہ کہ ویدوں کی یہ تعلیم مان کر انکاری ہیں۔

دیانندی دوستو! ان باتوں میں فرق سمجھتے ہو تو اپنے پال کے دماغ کا علاج کرانے کو اسے بریلی بھیج دو۔

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

❖ ❖ ❖



## نویں فصل

# محمد[1] کی سپرٹ اور کافروں کی گردنیں

اس فصل میں مرتد نے وہی بودہ اور بوسیدہ اور سڑیل اعتراض مسئلہ جہاد کے متعلق اٹھایا ہے جس پر اسلام کو فخر ہے اور فخر ہونا چاہئے۔ اس فصل کا خلاصہ یہ ہے کہ (بقول مرتد) حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کمزور اور کس مپرس تھے تو نرمی اختیار کی اور جب زور پکڑ گئے تو کافروں کی گردنیں اڑانے کا حکم دیا چنانچہ اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

''محمد کی زندگی میں عجیب انقلابات پائے جاتے ہیں۔ جن کا ثبوت دیگر کتب سے تو ملتا ہی ہے لیکن خود قرآن بھی اس پر شاہد ہے محمد نے جب پہلے ہی پہل رسالت کا دعویٰ کیا تو اس وقت وہ بالکل مسکین اور عاجز تھا۔ اکثر اہل مکہ سے ڈرتا اور ٹالریشن سے کام لیتا تھا چنانچہ اس ابتدائی زمانہ میں جبکہ وہ مکہ میں تھا۔ اس پر جس قدر الہامات نازل ہوئے ہیں ان میں بہت غضب کا ٹالریشن پایا جاتا تھا چونکہ اس وقت اہل مکہ کے بڑے بڑے سردار اور خود محمد کے رشتہ دار مثلاً ابوجہل، عاص، ولید، امیہ، اسود بن عبد یغوث، اسود بن عبدالمطلب، عباس ابوسفیان محمد کے دشمن تھے اس لئے محمد کو ان کے برخلاف کسی قسم کی جرأت کا اظہار کرتے ہوئے ڈر لگتا تھا۔ وہ خود بت پرست نہیں تھا۔ لیکن بت پرستی کی چنداں مذمت بھی نہیں کرتا تھا چنانچہ اس ابتدائی رہائش مکہ میں سورہ الکفرون کے پڑھنے سے محمد کی اس ہیکن سپرٹ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو کہ بدیں الفاظ ہیں:

---

[1] فدا أبی و أمی

قُلْ یا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ ۔ لَا اَعْبُدُمَا تَعْبُدُوْنَ ۔ وَلَا اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ وَلَا اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّم وَلَا اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنٌ (الکافرون:٦۔٢)

اے محمد تو کافروں کو کہہ دے کہ میں اس چیز کی پوجا نہیں کرتا ہوں جسکی تم پوجا کرتے ہو اور تم پوجا کرتے ہو اس چیز کی جس کی میں پوجا نہیں کرتا۔ اور میں پوجا نہیں کرونگا جس کی تم پوجا کرتے ہو اور تم پوجا نہیں کروگے جسکی میں پوجا کرتا ہوں۔ تم کو تمہارا دین مبارک ہو۔ اور مجھ کو میرا۔

عیسیٰ بدین خود، موسیٰ بدین خود کے مقولہ کے مطابق اس اصلیت سے محمد ایسا معلوم ہورہا ہے کہ گویا وہ ایک تھیوسوفٹ ہے۔ جو کہ ابھی پیدا ہوا ہے۔ لیکن یہ اس وقت کی حالت ہے جب کہ محمد تن تنہا تھا اور اپنی جان سے ڈرتا تھا۔ محمد زمانہ ساز تھا جس قسم کا موقعہ دیکھتا تھا اسی قسم کا الہام گڑھ لیتا تھا۔ اس قسم کے ٹالریشن کے تقریباً تمام احکام اس وقت کے ہیں جبکہ اس کو مکہ چھوڑ کر بھاگنا پڑا تھا لیکن جب اپنی جان کے خوف سے مکہ چھوڑ کر مدینہ بھاگ گیا تو اس میں تیتری کی طرح تغیرات ہونے شروع ہوئے۔ مدینہ کے لوگوں کی تعریف کے پل باندھنے لگا۔ ان کو اپنی طرف کرلیا۔ رفتہ رفتہ ایک جمعیت بہم پہونچائی مکہ والوں کے راستے روکنے لگا اور ان کے قافلوں کو لوٹنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آخرکار کھلم کھلا جنگ پر اتر آیا دو ایک معرکوں میں فتح پائی۔ لوٹ کا مال ہاتھ آگیا۔ لوٹ کے مال کے عاشق اس کے اردگرد زیادہ تعداد میں جمع ہوگئے۔ پھر تو غدر مچادیا۔ جب محمد کی طاقت بڑھ گئی اور اس کے دل سے کافروں کا خوف جاتا رہا تو اس نے پرانی کدورتوں کا بدلہ نکالنا شروع کیا۔ کافروں کو زبردستی مسلمان بنایا جاتا یا ان کی گردنیں ماری جاتیں۔ محمد کے کیرکٹر میں یہ تبدیلی تو اس کی ملکی قوت کے بڑھنے کے ساتھ ہوئی قرآن اس پر شاہد ہے۔ ادھر جب محمد کی پہلی عورت خدیجہ کا انتقال ہوگیا تو محمد نے اس پہلو میں بھی کھل کھیلنی شروع کی۔ چونکہ محمد خدیجہ کی بدولت دولت مند ہوا تھا قرآن اس کی شہادت دیتا ہے۔ اس لئے اس کو خدیجہ کا پاس مد نظر تھا۔ اس کے جیتے جی محمد اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کرسکتا تھا۔ جو کہ اس نے بعد میں کیں غیر



مسلموں نے محمد کی اس حرکات پر اظہار نفرین کیا اس سے محمد اور بھی جل بھن گیا۔ اگر اس کے دل میں پہلے پاؤ بھر کینہ تھا تو اب من بھر ہوگیا۔ اور اپنے دشمنوں کا خون گرانے کے درپے رہنے لگا۔ غرض کہ اس موقع پر جو جو الہامات محمد کو ہوئے ہیں وہ نہایت ہی خوفناک ہیں۔ چونکہ ہر ایک آیت کا شان نزول یا محمد کی حالت پر بحث کرنا ایک بہت ہی طول طویل مضمون ہے۔ جس کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ اس لئے محمد کی مختلف حالتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ جن کے مطابق الہام ہوتا تھا۔ ہم محمد کی اسی سپرٹ کو دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس نے اپنے دشمنوں کے ساتھ یا کافروں اور مشرکوں کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھا تھا۔ اور کیسے سلوک کی تعلیم دی اور پھر اس تعلیم نے مسلمانوں کی عام حالت پر کیسا اثر ڈالا۔ محمد کی اس انتقام بھری سپرٹ کا اندازہ قرآن کی آیت سے لگایا جاسکتا ہے جو کہ جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی تھی جبکہ ستر کافر قید کر کے محمد کے سامنے لائے گئے تھے۔ الہام ہوتا ہے کہ:

مَاکَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَکُوْنَ لَهٗ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیا وَاللّٰهُ یُرِیْدُ الاٰخِرَةَ (الانفال:٦٨)

نبی کا فرض ہے کہ جب اس کے سامنے قیدی لائے جائیں تو وہ فوراً ان کو قتل کرڈالے تم دنیا کا مال چاہتے ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ آخرت چاہتا ہے" (صفحہ ١١٦)

**جواب:** دیدۂ حساد کہ برکندہ باد ۔۔۔ عیب نمائید ہنرش درنظر

مناسب تو یہ ہے کہ جواب دینے سے پہلے ہی ایسی سنائیں کہ دیانندیوں کو چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔ لیکن سنو!

ویدک دھرم کے دو لیڈر یعنی منو جی اور سوامی جی دونوں یک زبان راجہ کو ہدایت کرتے ہیں۔ "جب یہ معلوم ہوجائے کہ فوراً لڑائی کرنے سے کسی قدر تکلیف پہنچے گی اور بعد میں کرنے سے اپنی بہتری اور فتح ضرور ہوگی تب دشمن سے میل کرکے وقت مناسب تک صبر کرے (منو ۷ کا ۱۶۹)

جب اپنی تمام رعایا یا فوج کو غایت درجہ خوشحال، ترقی پذیر سعادت مند جانے اور ویسا ہی اپنے کو بھی سمجھے تب دشمن سے جنگ یعنی وگرہ کر لے (منو ۷۔۱۷۰)

جب اپنی مکمل طاقت یعنی فوج کو خورسند آسودہ اور خوشحال دیکھے اور دشمن کی طاقت برخلاف اس کے کمزور ہو جائے تب دشمن کی طرف جنگ کرنے کے واسطے کوچ کرے۔ (منو۔۷۔۱۷۱)

جب فوج میں طاقت یا بار برداری کی کمی ہو تو دشمن کو بہ تحمل تمام کوشش کر کے ٹھنڈا کرے اور اپنی جگہ پر مقیم رہے۔ (منو ۷۔۱۷۲)

اور سنئے!

کسی وقت مناسب سمجھے تو دشمن کو چاروں طرف سے محاصرہ کر کے روک رکھے اور اس کے ملک کو تکلیف پہونچا کر چارا، خوراک پانی اور ہیزم (لکڑی) کو تلف وخراب کر دیوے (ہے رحم مجسم سماجیو دہن تمہارا رحم) (منو ۷۔۱۹۵۔ ستیارتھ، صفحہ ۱۱۱)

**دیانندیو!** کہو تو کیسے مزاج ہیں اپنے پال سے پوچھ کر ذرا بتلاؤ کہ ایسی تعلیم کا نام اس کی اصطلاح میں کیا ہے آہا کیا مزے سے کبھی نرمی سے ہو تو کبھی گرمی سے۔ مطلب کے لئے گدھے کو باپ کہنے کی یہی بات ہے، پنجابی مثل ہے۔ گوں بھناوے جوں بھانویں گلے ہونٹر۔ یہی حال سماج کی تعلیم کا ہے۔ اسلئے آجکل بھی سماجیوں کے رنگ مختلف نظر آتے ہیں اگر مذہبی مباحثہ سے پولیٹیکل دنگل میں نکل جانے کا ہم کو خطرہ نہ ہو تو ہم اس کی ذرا تفصیل بھی کر دیتے۔ پیارے پال ۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

**ناظرین!** جب تک دیانندی اس ضرب سے سر کھجلائیں ہم آپ کو اپنی طرف مخاطب کر کے قرآن مجید کی تھوڑی سی تفسیر سنا دیں۔ پس غور سے سنئے!

کچھ شک نہیں کہ قرآن شریف میں جہاد کی تعلیم ہے اور ہم خوشی اور فخر سے کہتے ہیں کہ



ہے بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس مذہب میں جہاد جیسی متبرک تعلیم نہیں اس مذہب کے کذب اور غلط ہونے کی بس یہی ایک دلیل کافی ہے کہ اس میں جہاد سی متبرک مفید اور پاکیزہ تعلیم نہیں میرا خیال ہے کہ مخالفین اگر یہ ثابت کر دیں کہ ان کے مذہب میں جہاد نہیں تو اس روز مجھ کو اسلام کی تصدیق آج کے دن سے دوبالا ہوگی اور میں اسلام کی طرف سے ایک بڑا سا اشتہار دوں گا جس میں یہ لکھوں گا کہ ۔

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں
ان میں دو وصف ہیں بدخو بھی ہیں خودکام بھی ہیں

بھلا آپ لوگ غور فرما دیں کہ جو مذہب ہم کو دنیا میں ذلت سے بچنے کی کوئی عمدہ تدبیر نہیں بتلاتا اس مذہب سے ہم کو پرلوک (آخرت) میں کیا توقع ہو سکتی ہے ایسے مذہب کو دور ہی سے سلام ہونا چاہئے۔

اس لئے ہم بصدق دل کہتے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں کہ اسلام میں جہاد کی پاک تعلیم ہے لیکن جو اعتراض مرتد نے کئے ہیں یہ بالکل غلط ہیں اس لئے مناسب ہے کہ اس جگہ ہم متعدد مواقع کی آیات لکھ کر ان کا ترجمہ مع تفسیر ناظرین کو سنائیں۔

پہلی آیت جو مرتد نے لکھی ہے اسکا ترجمہ قریب قریب وہی ہے جو مرتد نے خود نقل کیا ہے۔ مگر دو جگہ غلط ہے جن پر ہم نے خط دیدیا ہے اسلئے ہم اس کو اپنے محاورے میں لکھتے ہیں خدا فرماتا ہے:

اے نبی تم کہو اے منکرو نہ میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرتا ہوں نہ تم میرے معبود کی عبادت کرتے ہو نہ کبھی آیندہ کو میں تمہارے معبودوں کی عبادت کرنے کو ہوں نہ تم میرے معبود کی۔ تمہارا دین تم کو میرا دین مجھ کو۔

اس آیت کے آخری فقرے (تمارا دین تم کو اور میرا دین مجھ کو) میں مخفی اشارے سے آیندہ کے لئے اعلان جنگ ہے کیونکہ اس کا مطلب صاف ہے کہ جو ہدایتیں تمہارے متعلق مجھے

آئیں گی میں ان پر عمل کروں گا۔ تم اپنے دین پر عمل کرنا آخر کار دیکھا جائیگا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ چنانچہ اس اعلان کے بعد سب سے پہلی آیت جو جہاد ہاں پیارے جہاد کے متعلق آئی یہ ہے:

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ (الحج:۳۹)

یعنی جن لوگوں (مسلمانوں) سے لوگ ناحق لڑتے اور انہیں تنگ کرتے ہیں انکو بھی اجازت دے گئی ہے کہ ہاتھ اٹھائیں یہ اجازت اسلئے ہے کہ ان (مسلمانوں) پر ہر طرح کے ظلم کئے گئے اور خدا ان کی مدد پر قادر ہے۔

یہ آیت ہے پہلی باقی سب آیتوں کی تفسیر اسی سے ملتی ہے اور مسئلہ جہاد کی تشریح اسی سے ہوتی ہے کہ جہاد کی اجازت مسلمانوں کو ظلم کیشیوں کی مدافعت کی غرض سے ملی تھی۔ لیکن بعد اجازت ملنے کے پھر مسلمانوں نے کیا کیا؟ اس کے بتلانے سے پیشتر مناسب ہے کہ قرآنی آیات کو ناظرین کے سامنے رکھ دیں۔

سب سے پہلے ہم وہی آیت لیتے ہیں جو مرتد نے صفحہ ۱۱۶ پر لکھی ہے جس کو ہم نے بھی اوپر کے حوالہ میں نقل کیا ہے اس آیت میں مرتد نے اپنی بے ایمانی اور بد دیانتی کا کمال ثبوت دیا ہے آیت کا ترجمہ ایسا کیا ہے جو نہ کسی مترجم نے کیا نہ مفسر نے لکھا نہ لغت عرب شہادت دیتا ہے نہ عربی صرف ونحو (گرامر) اجازت دیتی ہے۔ آیت کے الفاظ یہ ہیں۔

مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنيا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (الانفال : ۶۸)

مرتد نے اس کا ترجمہ کیا ہے، قیدی لائے جائیں تو ان کو قتل کر ڈالو اسلئے ہم مرتد کو چیلنج دیتے ہیں کہ اگر وہ اس ترجمہ کی تصحیح ہمارے سامنے بیٹھ کر یا تحریر میں باقاعدہ کر دے تو ہم مبلغ پانچ سو روپیہ اس کے مشن کی امداد میں دیں گے۔ اگر نہ کر سکے تو صرف ایک اشتہار اپنی غلطی کا اس کو شائع کرنا ہوگا او ظالم! تو کیا جانتا ہے کہ قرآن مجید بھی وید کی طرح مردہ زبان میں ہے کہ دیانند کے ترجمہ



سے زیادہ ایک لفظ نہ بول سکو تف ہے ایسی لیاقت پر اور حیف ہے تمہاری دیانت پر۔

**دیانندیو!** ایسے ممبران آریہ سماج سے سماج کی بڑی نیک نامی ہوگی۔ مرتد کی اس قسم کی بد دیانتیاں دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ اچھا ہوا مسلمانوں میں سے ایسا بد اخلاق نکل گیا۔ اب سنو آیت کا باقاعدہ صحیح ترجمہ آیت موصوف میں حتی کا لفظ ہے۔ یہ اپنے ماقبل کی غایت (انتہا) ہوتا ہے۔ حتی سے ماقبل دو چیزیں ہیں ایک نفی (ما) دوسری منفی (یعنی کان) کچھ شک نہیں کہ آیت میں حتی نفی کی غایت ہے پس ترجمہ یہ ہے کہ کسی نبی کو لائق نہیں کہ اسکے پاس جنگی قیدی ہوں (مگر یہ نفی اس وقت تک ہے) جب تک وہ بذریعہ جنگ خونریزی نہ کر چکے۔ مطلب یہ ہے کہ نبی اور نبی کے تابعدار جنگ کے وقت بے وجہ کسی کو قیدی نہ بنائیں کہ ہم اس سے کچھ لیکر چھوڑیں گے۔ ہاں جب کوئی قوم بالمقابل لڑتی ہو اور خوب خونریزی کے بعد وہ ہتھیار ڈال کر قید میں آنا چاہیں تو ان کو قید کر لو۔ لیکن قید کرنے کے بعد ان سے کیا سلوک کرنا چاہئے۔ اسکا جواب معہ مزید تشریح کے دوسری آیت کرتی ہے پس وہ بھی غور سے سنو!

فَاِذَالَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰى اِذَا اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّ واالْوِثَاق فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً (محمد:۴)

یعنی مسلمانو! جب تم کافروں سے میدان جنگ میں ملو تو ان کی گردنیں اڑاؤ یہاں تک کہ جب تم خوب ان کو قتل کر چکو یعنی غلبہ حاصل کر لو تو پھر ان کو قید کر لو اس کے بعد ان پر احسان کر دو یا عوض لیکر چھوڑ دو۔ دونوں طرح جائز ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ اگر دیکھو کہ احسان کرنے سے آئندہ کو فساد ہٹتا ہے تو احسان کر و اور اگر سمجھتے ہو کہ عوض سے ہم کو تقویت حاصل ہوتی ہے تو عوض لیکر چھوڑ دو قیدیوں کے قتل کرنے کا حکم قرآن شریف میں کہیں نہیں اگر مرتد یا کوئی آریہ تمام قرآن شریف میں سے ہم کو ایک آیت بھی دکھا دے تو مبلغ پانچ سو اس کو نذر کریں۔

سماجیو! متکلم کے خلاف منشا کلام کے معنی کرنے والے کے حق میں تمہارے سوامی نے جو فتویٰ دیا ہے تم کو یاد ہے۔ سنو ہم سناتے ہیں:

"بڑے ہی ضدی اور متمر۔یعنی شریر بلکہ عقل کے دشمن ہیں وہ لوگ جو متکلم کے خلاف منشا کسی کلام کے معنے کرتے ہیں ایسے لوگوں کی عقل اندھیرے میں پھنس کر زائل ہو جاتی ہے

(دیباچہ ستیارتھ، صفحہ ۷)

سوامی کا یہ قول بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ جو لوگ کلام کو آگے پیچھے ملا کر مطلب نہیں سمجھتے وہ بدظن ہوتے ہیں (بھومکا، صفحہ ۵۲)

ہائے دیانندیو! تمہارے ہاتھی کے دانت۔

خلاصہ دونوں آیتوں کا یہ ہے کہ پہلی آیت میں وہ وقت بتلایا گیا جس وقت مخالف کی فوج کو قیدی بنایا جائے دوسری آیت میں ان قیدیوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کا حکم ہے دونوں ٹھیک ہیں۔

سماجی مترو! آؤ اب ہم تمہارے گھر کی سنائیں۔قرآن مجید کی تو سن چکے ہو کہ اسیران جنگ کو چھوڑنے کی دو ہی صورتیں بیان کی ہیں احسان سے مفت چھوڑ دو یا عوض لیکر چھوڑ و مگر تمہارے دھرم کے رشی منو اور سوامی جی دونوں متفق ہو کے لکھتے ہیں۔

"جن سے آئندہ فساد پیدا ہونا ممکن ہو انکو ہمیشہ قید خانہ میں رکھے" (منو۔ستیارتھ، صفحہ ۱۹۵)

بتلاؤ اور دھرم سے بتلاؤ کہ یہ حبس دوام غلامی سے بدتر ہے یا نہیں؟

دیانندی دوستو! اپنا مکان شیشہ کا بنا کر دوسروں پر پتھر برسانے والا کون ہے (کہو جی کون دھرم ہے) اس ضمن میں مرتد نے ایک آیت بھی لکھی ہے جو سورہ توبہ کی ہے جس کی تفسیر اور تفصیل بہت طول ہے تاہم مختصر یہ ہے کہ جس زمانے میں مکہ شریف فتح ہوا ہے اس وقت مخالفین اسلام کئی ایک گروہوں میں تقسیم تھے (اول) وہ تھے جن سے کوئی معاہدہ حضرت پیغمبر خدا کا نہ تھا (دوئم) وہ تھے جن سے معاہدہ محدود تھا یعنی ایک وقت خاص تک مثلا برس دو برس چار برس تک (سوئم) وہ تھے جن سے معاہدہ محدود نہ تھا (چہارم) وہ تھے جنہوں نے اپنا وعدہ توڑ کر مخالفین کی امداد کی تھی (پنجم) وہ تھے جو اپنے وعدے پر قائم رہے تھے، اس تفصیل ہی سے ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ ان پانچ قسم



کے مخالفوں کے لئے احکام بھی الگ الگ ہوں گے پھر اگر کوئی دیانتدار، بے وفا کا حکم وفاداروں پر لگا کر پبلک کو دھوکہ دے تو بعد اظہار اصل حال کے پبلک اس کو بدمعاش، بے ایمان، دھوکہ باز، فریبی، چال باز، حرامکار وغیرہ کہیں گے یا کچھ اور! پس اس اصول کو یاد رکھ کر اس کی تفصیل سنو!

جن لوگوں نے وعدہ کر کے توڑا ان کی بابت پہلے ارشاد ہوا کہ چار مہینے تک سرزمین مکہ میں پھر لو (چار مہینے کی مہلت بھی حقیقت میں بہت بڑی رعایت ہے، ورنہ ایسے شریر تو گردن زدنی تھے) اور جنہوں نے اپنا وعدہ پورا کیا تھا انکی بابت ارشاد ہے کہ جن لوگوں سے تم نے معاہدہ کیا اور انہوں نے اس معاہدہ کو توڑا نہیں اور نہ تمہارے برخلاف کسی کی مدد کی تو تم انکا وعدہ ان کی مدت تک پورا کرو خدا سے ڈرنے والے لوگ خدا کو بھاتے ہیں۔

فَسِيحُوا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْ تُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوا كُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلَى مُدَّتِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (پ۱۱، ع۷)

اس آیت کا حکم صاف ہے کہ جن لوگوں نے بدعہدی نہیں کی ان کو کچھ نہ کہو بلکہ ان کی مدت کو انتہا تک پہونچاؤ اگر وعدہ محدود ہے تو محدود مدت تک اگر غیر محدود یعنی دائمی صلح ہے تو دائمی نباہ کرو۔اب رہا ان لوگوں کا حکم جو وعدہ شکن ہیں۔ان کی بابت فرمایا کہ جب اشہر الحرم (جن مہینوں میں لڑائی کرنا منع ہے) نکل جائیں تو ان عہد شکن مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو پکڑو اور بند کرو اور انکے پکڑنے کو ہر قسم کی گھات میں لگے رہو۔ہاں اگر وہ توبہ کریں اور نماز وغیرہ کے پابند ہوں تو انکا راستہ چھوڑ دو۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْ تُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ (التوبۃ:۵)

ہمارے اس دعوے کی دلیل کہ یہ آیت ان مخالفوں کے حق میں ہے جنہوں نے عہد شکنی

کی تھی اس سے آگے کی آیت ہے جو یہ ہے کہ ان مشرکوں کی عادت ہے کہ مسلمانوں کی مخالفت میں نہ کسی قرابت کا لحاظ کرتے ہیں نہ وعدے کا۔ یہی لوگ ظالم ہیں پھر بھی اگر یہ لوگ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں (بالفاظ دیگر مسلمان ہوجائیں) تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔

لَا يَرْ قُبُوْنَ فِىْ مُوْ مِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ فَاِنْ تَابُوا وَاَقَا مُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ ۔ (التوبۃ :۱۱۔۱۰)

جو قید نماز اور زکوۃ کی پہلی آیت میں لگائی ہے وہی اس آیت میں ہے۔ اس قید کا جو نتیجہ پہلی آیت میں ہے وہی اس میں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں آیتیں ایک ہی مضمون کی ہیں۔ نتیجہ صاف ہے کہ جو آیت مرتد نے بڑی شد و مد سے نقل کی ہے وہ انہی لوگوں کے حق میں ہے جن کو ویدک دھرم میں حبس دوام کا حکم ہے یا جن کے ہیزم اور چارے کے تلف کرنے کا پرمان ہے (چاہے گئو ماتا بھی بھوک سے مر جائے تبر) نہ کہ عام طور پر سب مخالفین اسلام کے حق میں۔

غالبًا یہاں پر سوال ہوگا کہ جب مخالفوں سے نماز وغیرہ کی شرط پر آزادی دینے کا اعلان ہے تو ایمان بالجبر پھر کیا ہے یہی تو ایمان بالجبر ہے۔ پھر کیوں مسلمان ایمان بالجبر کی تعلیم سے انکاری ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ دو مخالف قوموں میں صلح کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک فریق دیگر فریق مخالف کی ماتحتی اختیار کرے خواہ وہ اپنے اپنے مذہب پر رہیں مگر امور سلطنت میں فریق مغلوب غالب کے ماتحت ہوجائیں۔ اس تجویز مصالحت کو بھی قرآن شریف نے منظور کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَاِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا یعنی کفار اگر مصالحت کی طرف جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ بغیر کسی شرط اسلام یا ایمان کے اس کو قبول کرو صرف ماتحتی اختیار کرنے پر مصالحت اختیار کی جاتی ہے۔ چنانچہ اس کا نمونہ شاہان اسلام کی تاریخ میں عمومًا اور خلافت راشدہ میں خصوصاً ملتا ہے۔

اسکے علاوہ مصالحت کی ایک صورت قرآن مجید نے زیادہ بیان کی ہے کہ فریق مخالف عین اثناء جنگ میں تمہارے ہم عقیدہ ہوجائیں تو ان سے ہاتھ اٹھالو۔ گویا اسلام نے مصالحت کی



دو صورتیں بیان کی ہیں ایک ماتحتی دوسری ہم مذہبی۔ اب یہ امر فریق مخالف کے اختیار میں ہے کہ جس صورت کو چاہے پسند کرے۔ ہاں قرآن مجید اگر مصالحت کو ایک ہی صورت میں حصر کر دیتا اور وہ صورت جو عام طور پر قوموں میں مروج ہے تسلیم اور پسند نہ کرتا بلکہ مصالحت صرف ہم مذہبی پر موقوف رکھتا تو ایمان بالجبر کا اعتراض ہوتا۔ اسکے سوا کوئی نہیں

اب ہم دکھاتے ہیں کہ ویدک دھرم نے ایمان بالجبر کی تعلیم کہاں تک دی ہے۔

سوامی دیانند لکھتے ہیں:

(راجہ) فتح پا کر ان سے اقرار وغیرہ لکھا لیوے اور جو موقعہ مناسب سمجھے تو اسکے خاندان سے کسی دھارمک (دیندار) آدمی کو راجہ بنادے اور اس سے لکھا لے کہ تم کو ہمارے حکم کے مطابق دھرم سے پیوستہ سیاست ملکی کے موافق عمل کر کے انصاف سے رعایا پروری کرنی ہوگی (منو، ستیارتھ پرکاش، صفحہ ۲۱۱)

اس معاہدہ میں ایک ہی لفظ جبر کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے کہ دھرم سے پیوستہ اس کے صاف معنی ہیں کہ فریق مغلوب سے ویدک دھرم کی تعمیل جبراً کرائی جائے۔ یہی جبر ہے۔

اب ہم دکھاتے ہیں کہ قرآن مجید نے مصالحت کو کہاں تک نباہا ہے اور خونریزی اور ایمان بالجبر کا دروازہ کہاں تک بند کیا ہے۔

دنیا میں آجکل بھی قوموں میں مصالحت ہوتی ہے اور گذشتہ زمانہ میں بھی تھی فرق اتنا ہے کہ اس زمانے میں قوموں کی مصالحت اور معاہدے بذریعہ سلطنتوں کے ہوتے ہیں۔ اور زمانہ گذشتہ میں قوموں کے سرداروں کی معرفت ہوتے تھے کہیں ایسا بھی ہوتا ہے اور ہوتا بھی تھا کہ ایک قوم کی مصالحت کسی دوسری قوم سے ہے ان کے سوا ایک تیسری قوم ایسی ہے کہ اسکی مصالحت دونوں قوموں سے نہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ مصالحت ہے مثلاً پنجابی قوم کی مصالحت بنگالی قوم سے ہے۔ بہاری قوم کی مصالحت دونوں سے تو نہیں۔ مگر ان میں سے ایک (بنگالی) سے ہے۔ قرآن مجید مصالحت کو ایسا نباہتا ہے کہ مسلمانوں کو حکم ملا ہے۔ جو لوگ تمہارے مصالحین سے